کی موت کے بعد بھی ان کی عظمت و شخصیت کے مطابق ان کا کوئی سوانح نگار نہ مل سکا اسلئے انکی انقلاب پرور زندگی کے بہت سے روشن پہلو ابھی تک واضح نہیں ہو سکے ہیں، مگر آج کل کی سیاسی بیداری کے ساتھ مسلمانوں میں یہ بھی احساس پیدا ہوتا جا رہا ہے، کہ ان سیاسی رہنماؤں کے کارنامے ان کے پیروؤں اور معتقدوں کے سامنے رہیں، یورپ کی مختلف اقوام میں اس قسم کی سوانح نگاری کی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں، ہندوستان کی غیر مسلم قوموں میں بھی اس کی تقلید اچھے پیمانہ پر کی جا رہی ہے، مگر مسلمان اہل قلم اس معاملہ میں ابھی پیچھے ہیں، حالانکہ اپنے اکابر کی سوانح نگاری ان کے اسلاف کی امتیازی خصوصیت رہ چکی ہے، زیر نظر کتاب میں محمد علی جناح کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو سلیقہ اور خوبی کے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے ہندوستان کی گذشتہ پچاس سال کی سیاست خصوصاً ہندوستان کی باہمی کشمکش کے نشیب و فراز کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہوگی، امید ہے کہ آج کل کے سیاسی حلقہ میں یہ کتاب پسند کی جائیگی، شروع میں بنگال کے مشہور لیڈر سر خواجہ ناظم الدین کا مقدمہ بھی ہے،

The Muslim League مرتبہ ولفرڈ کانٹ ول اسمتھ، لکھائی چھپائی، کاغذ بہتر، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۸۰ صفحے، قیمت عہ، ناشر منروا بک شاپ لاہور،

ولفرڈ کانٹ ول اسمتھ صاحب کو ہندوستان کے مسلمانوں سے ایک خاص قسم کی دلچسپی پیدا ہوگئی ہے، وہ اپنی کتاب موڈرن اسلام ان انڈیا کی وجہ سے ہندوستان کے علمی اور سیاسی حلقہ میں روشناس ہو چکے ہیں، ان کی تحریر میں عام طور سے بڑا زور ہوتا ہے، بظاہر وہ غیر جانبدارانہ تنقید کرتے ہیں، لیکن ان کے بعض جملوں اور فقروں میں ایسا زہر ہوتا ہے کہ اس کی تلخی ان کی غیر جانبدارانہ تنقید کی مٹھاس پر غالب آجاتی ہے، اور ان کی زہریلی رائے سے ان کی کتاب کے ناظرین خود متاثر ہو جاتے ہیں، اس قسم کی تنقید ایک آرٹ ہے، جس کے یورپین اہل قلم زیادہ ماہر ہیں، اسی آرٹ کے ساتھ لائق مؤلف نے زیر نظر رسالہ میں مسلم لیگ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۵ء تک کی سیاست پر تبصرہ کیا ہے، اس میں مسلم لیگ کی سیاست کی خوبیاں اور برائیاں دونوں دکھائی گئی ہیں، امید ہے کہ سیاسی حلقہ میں یہ رسالہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا،

"ص ع"

جلد ۵۷ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۴۶ء عدد ۴

مضامین

مقالات

استفسار و جواب

وفیات

ادبیات

شذرات

اس وقت دنیا جن منزلون سے گذر رہی ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ دلون سے امن و اطمینان دور ہوگیا ہے، اور ہر ملک مین انتشار اور پراگندگی برپا ہے، یورپ کو چند صدیون سے مشرق مین جو غلبہ و استیلا، حاصل تھا، اس کی بنیادین بھی ہل گئی ہین، اور ہر طرف ملکی خود مختاری اور قومی استقلال کے نعرے لگ رہے ہین، اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ خود حاکم قومون کو بھی اپنی نوآبادیون پر اپنی غاصبانہ حکومت کے طریق سے شرم آنے لگی ہے، اور وہ چاہتی ہین کہ اب ان پر ان کی رضامندی کی حکومت کی جائے، اور مادی طاقت کے بجائے صلح و آشتی سے آگے مادی مراعاتین حاصل کی جائین، یہ تاریخ کا ایک اہم دور ہے، اور یہ ہر حکومت کے آخر مین آتا رہتا ہے اور ایسا ہونا بالکل طبعی ہے،

اس کے اثرات ہمارے ملک مین بھی نمایان ہین، مجرم چھوڑے جارہے ہین، روٹھے منائے جارہے ہین، جن کو کل باغی کہا جاتا تھا، آج وہ دربارون مین جگہ پارہے ہین، صلح کے شرائط اور دوستی کے آداب طے ہورہے ہین، ملکی فرقون مین لین دین کی بات چیت ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید صدیون سے اہلِ مشرق کو جس نعمت کی تلاش تھی، وہ آج ان کے سامنے ہے، لیکن دنیا مین کتنی دفعہ ایسی ایسی شکلین بن بن کر بگڑ چکی ہین، یا جس چیز کو بادی النظر مین ہم نے نعمت سمجھ کر قبول کیا، وہ آزمایش کے بعد صرف دھوکا ہی ثابت ہوئی،

ان لوگون کو جو ہندوستان سے باہر نہین گئے ہین کسی ملک کی آزادی کا پورا تصور نہیں ہوسکتا، اور نہ ان کو اپنی غلامی کی ذلت کی حقیقی تلخی محسوس ہوسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ ملک کی آزادی کا جذبہ ان لوگون مین زیادہ ہے جو باہر کی ہوا کھا آئے ہین، اور جن کو آزاد قومون کی صفون مین کھڑے ہونے سے بارہا اپنی ذلت و حقارت کے ذاتی تجربے

ہوچکے ہین، اور بار بار اپنی غلامی کے دلدوز طعنے سننے پڑے ہین اور ہر قدم پر ان کو بیچارگی اور بیکسی محسوس شکل مین نظر آئی ہے،

کسی ملک کی آزادی کے لئے سب سے پہلی شرط اوس کے باشندون کا مقصد خاص پر اتفاق و اتحاد ہے جب تک یہ چیز حاصل نہین ہوتی ان کے اندر وہ طاقت نہین آسکتی جس کو دوسری طاقت کے مقابلہ مین اپنی قوت کا ثبوت دے سکین اور جب تک اس قوت کا ثبوت نہ پیش کیا جائے گا، اہلِ ملک کا ہر دعویٰ نامسلّم اور ہر قول نامسموع رہے گا،

سب کو معلوم ہے کہ ملک کی دو بڑی قومون مین آزادی کے بعد کی منزل مین اختلاف ہے، لیکن واقعی اگر ہم سب کو آزادی محبوب ہے اور اس کی سچی طلب ہے تو ضرور ہے کہ ہم اوس اختلاف کی خلیج کو جس طرح سے ہو پاٹنے کی کوشش کرین، اقلیت کو اکثریت کی بے اعتنائی بلکہ ظلم کا خطرہ ہے، اور اس کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایک قوم سے چھوٹ کر دوسری قوم کی غلامی مین دیئے جارہے ہین، ایسی حالت مین اکثریت کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر طرح سے اس کو مطمئن کرے اور اس کے اعتبار کو حاصل کرے، تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ اوس کو اصل مقصد واقعی اس قدر عزیز ہے کہ اس کی خاطر وہ تھوڑا سا نقصان بھی برداشت کرنے کو تیار ہے،

جہان تک مسلمانون کا تعلق ہے پیش نظر سیاسی انقلاب خواہ کتنا ہی خوش آیند ہو ان کا اعلیٰ مطمح نظر نہین بن سکتا، ان کا اصلی مقصد حیات تو اشخاص کا عروج و زوال، پارٹیون کی شکست و ریخت، وزارتون کا عزل و نصب اور زمینون کا رد و بدل نہین، بلکہ عقائد و اصول کی تصحیح، مقصد حیات کی تعیین اور مسائل زندگی مین اسلامی نظام کی سچی تقلید اور پیروی ہے اور اس کی برقراری کے لئے دلون مین سچی تڑپ، اور ناقابل سکون اضطراب، غرض ہم کو نئے سرے سے ایک نئی عمارت کا کام کرنا ہے،

بحمد اللہ کہ مسلمان نوجوانون مین اس حقیقت کا ادراک ہورہا ہے، اور یہ آواز پہلے کی طرح اب نامانوس نہین رہی ہے،

وہ زمانہ جاچکا جب ہمارے رہنما یہ کہتے تھے، کہ صرف انگریزون کی نقالی ہمارے ہر مرض کی دوا ہے، اب انہین بیمارون مین ایسے لوگ پیدا ہورہے ہین جنھون نے یہ پوری طرح سمجھ لیا ہے کہ یہ صحت کا نسخہ نہین، بلکہ ایک بیماری کی جگہ دوسری بیماری کے بدلنے کی محض تدبیر تھی، چنانچہ بیماری بدل گئی، اور پہلے مرض کا مریض اب دوسرے مرض کا مریض ہے، اور شکر ہے کہ اب مریض نے بھی سمجھ لیا، کہ مرض کے تبادلہ کا نام صحت نہین، چنانچہ اب بہت سے نوجوان اس جراثیم گھر سے نکل کر جس کا نام شفاخانہ رکھا گیا تھا، اصلی شفاخانہ صحت کی طرف لوٹ رہے ہین، رجوع الی الاسلام یعنی زندگی کے ہر اصول مین اسلام کی طرف بازگشت ہی ہماری ہر بیماری کا علاج ہے،

اس لئے حکومت کا خواب دیکھنے والون کو پہلے اسلام کا خواب دیکھنا چاہئے کہ اسلام کیا ہے اس کا نظام کیا ہے، اس کے احکام کیا ہین، اور اس کے مطابق ہمارے افراد کی زندگی ہے یا نہین، اگر نہین ہے تو ہمارے اندر وہ انقلاب کیسے پیدا ہو، جو ہم کو ترکستان کی راہ سے ہٹا کر حجاز کی طرف لے جائے، جو ہم کو یورپ کی نقالی کے بجائے خود اپنی اصلیت مفقودہ کی تصویر ہم کو دکھا دے، تاکہ ہم خلافتِ موعودہ کے مستحق ٹھہرین،

جب تک ہمارا مقصود صرف اعلاء کلمۃ اللہ اور اقامت دین نہ ہوگا، اور اسی کے لئے روٹھنا اور منانا، اور مرنا اور جینا نہ ہوگا، ہم اسی طرح ممبریون اور وزارتون اور لیڈریون کے لئے آپس مین لڑتے، مرتے اور کٹتے رہین گے، کیونکہ ہم نے اپنا مقصود انہی شخصی اعزازات اور اسی جاہ و منصب کے حصول کو بنا رکھا ہے اور اسی کا نام ہم نے اسلامی ترقی رکھ چھوڑا ہے،

ضرورت ہے کہ عقائد و عبادات کے ساتھ اسلامی سیاسیات، اسلامی اقتصادیات، اسلامی طریق تجارت، اسلامی اصول معاشیات (یعنی سرمایہ اور مزدوری کے طریق تعاون)، اسلامی طریق کاشتکاری، اسلامی طریق کا حقداری، کسانون اور مزدورون کے اسلامی حقوق، اسلامی لین دین، اور معاملات کے مسائل اور دیگر تمام ضروری امور زندگی کے متعلق خالص اسلامی حل لوگون کے سامنے رکھا جائے، اور اس کے قبول و عمل کی دعوت دیجائے جس سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہو، اور مسلمان مسلمان بن کر دنیا مین ظاہر ہون،

مقالات

امّتِ مسلمہ کی بعثت

(سیرت جلد ہفتم کا ایک باب)

اس نظریۂ خلافت کے رو سے اگرچہ سارے بنی آدم اس نیابت الٰہی کے شرف کے مستحق ہین، مگر اہلِ سعادت وہی ہین، جو ان مین سے اس نظریہ کو مانتے، اور اپنے کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کا ذمہ دار جانتے ہین، نیابت کی بلندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بندگی اور سرافگندگی کو بھی تسلیم کرتے ہین، اس نیابت اور عبدیت کے دوگونہ فرائض کے اصلی نمایندے تو انبیاء علیہم السلام ہین، مگر ان کی تبعیت مین اپنے اپنے وقت مین ان کی امتین بھی شامل رہی ہین، لیکن اب جب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے خاتم الانبیاء ہو کر تشریف لائے ہین، اور اب آپ کے بعد کوئی دوسرا قیامت تک آنے والا نہین، تو امتِ محمدیہ بھی اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تبعیت مین دنیا کی آخری امت ہو کر دنیا مین آئی، اسی لئے قرآن پاک اور احادیث نبوی مین اس کا لقب خاتم الامم اور آخر الامم ہے، چنانچہ قرآن پاک مین اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو آخرین یعنی پچھلون کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے،

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ (واقعہ)	ایک چھوٹا گروہ اگلون مین اور ایک چھوٹا گروہ پچھلون مین سے،
وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (جمعہ)	اور اُن کے پچھلون مین جا بھی تک ان مین شامل نہین ہوئے،

اس سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ کے بعد کوئی نئی امت پیدا نہ ہوگی، کیونکہ کوئی نیا نبی قیامت تک آنے والا نہیں، احادیث مین بھی اس کی تصریحات موجود ہین، صحیح بخاری مین ہے کہ قومون کی مثال مثل مزدورون کے ہے، اللہ تعالیٰ نے پہلے یہود کو مزدوری پر رکھا، اونھون نے ظہر تک کام کیا پھر چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی تو دن باقی ہے، مگر وہ نہ مانے پھر نصاریٰ کو مزدور مقرر کیا، اونھون نے عصر تک مزدوری کرکے کام چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی تو دن باقی ہے، مگر وہ آمادہ نہ ہوئے، عصر کے بعد مسلمانون کو مزدوری کا کام بخشا، انھون نے مغرب تک کام کو انجام دیا، اور پوری مزدوری پائی (ملخصاً) یہ حدیث باختلاف الفاظ، بخاری، ترمذی، موطا، حاکم وغیرہ متعدد کتب حدیث مین ہے، (کنز ۷ - ۲۳۰)

اس حدیث مین دن سے مراد ظاہر ہے کہ زمانہ ہے، اس سے واضح ہے کہ مسلمانون کی امت دنیا کی آخرین امت ہے،

صحیح بخاری، مسلم و نسائی مین گویا اسی اوپر کی حدیث کی یہ شرح ہے،

نحن الآخرون السابقون، ہم ہین سب سے پچھلے لوگ اور سب سے اگلے،

یعنی ظہور کے لحاظ سے تمام امتون مین ہم سب سے پیچھے لیکن اجر و ثواب مین قیامت کے دن ہم سب سے آگے ہون گے، حدیث کا یہ ٹکڑا مستدرک حاکم، بیہقی اور نسائی مین بھی ہے، (کنز ۷، ۲۳۰) ابن ماجہ مین ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

نحن آخر الامم (کنز ۷ - ۲۳۰) ہم سب سے آخری امت ہین،

غرض ان آیات و احادیث سے یہ دعویٰ ثابت ہوگیا کہ امت محمدیہ دنیا کی آخری امت ہے، کیونکہ وہ آخری نبی کی امت ہے،

اس امت کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ چونکہ آخری امت ہے اور نبوت کی آخری امانت کی

۱؎ صحیح بخاری کتاب التعبیر،

حامل ہے اس لئے قیامت تک اس مین اہل حق کا ایک گروہ غالب و منصور رہے گا جو دنیا پر اللہ تعالیٰ کی شہادت کی مہر لگاتا رہے گا، اور اہل عذر کی حجت کا قاطع رہے گا، اس خصوصیت خاصہ کا ثبوت قرآن پاک و احادیث مین تصریح کے ساتھ ملتا ہے،

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ قرآن پاک قیامت تک محفوظ رہے گا، اب ظاہر ہے کہ اس حفاظت کے جوارح مسلمان ہی ہون گے، اللہ تعالیٰ کسی بات کا وعدہ فرمائے، تو اس کے یہ معنی نہین کہ وہ وسائط اور تدابیر کے بغیر ہی اس کو انجام دے گا، گو اس کی قدرت کی وسعت مین سب کچھ ہے، مگر عالم تدبیر مین اس نے اپنے موعودات کے لئے بھی اسباب و علل کا واسطہ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے بندون کی روزی کا وعدہ فرمایا ہے مگر اس کا حصول اسباب اور تدابیر پر موقوف رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانون سے خلافت کا وعدہ فرمایا تھا، تو اس کا حصول بھی مجاہدات کے بعد ہوا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا ہے، وہ بھی اسباب و تدابیر کے پردہ مین پورا ہوگا، اور اس لئے قرآن پاک کی بقاء و دوام کے لئے اہل قرآن کو بھی تا قیامت دوام بخشے گا، اور انھی کے ہاتھون اور سینون سے اس وعدہ کو پورا فرمائے گا، اور یہ وعدہ اسی وقت اپنے اصلی معنون مین پورا ہوگا، جب امت محمدیہ کا ایک گروہ غلبہ اور سطوت کے ساتھ دنیا مین قائم رہے،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرکے قرآن پاک کی پیشگوئی ہے،

وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (آل عمران)

اور تمہارے پیروون کو تمہارے نہ ماننے والون پر قیامت تک غالب رکھون گا،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل منکر تو یہود ہین، گو دوسرے کفار بھی تبعاً اس مین داخل ہون، اسی طرح ان کے اصلی پیرو تو مسلمان ہی ہین، گو معنیً یہودیون کے مقابلہ مین وہ بھی پیرو کہے جاسکتے ہین

۱؎ تفسیر ابن جریر،

گو گمراہ ہون، بہرحال اس آیت سے یہ ظاہر ہے کہ اہلِ اسلام اور ان کے ساتھ عیسائی بھی قیامت تک دنیا مین باقی رہنے والے ہین، اور عجب نہین کہ حق و باطل کے یہ دو حریف قیامت تک باہم کشمکش مین بھی مبتلا رہین یہان تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے مسلمانون کو غلبۂ عام حاصل ہو جائے، جیسا کہ نزول مسیح کی حدیثون کا منشا ہے،[۱]

قرآن پاک کے ان اشارات النص کی تصریح احادیثِ نبوی مین استفاضہ کے درجہ تک ہے،

لا تزال من امتی امة قائمة — میری امت کا ایک گروہ خدا کی شریعت کو
بامر اللہ لا یضرهم من خذلهم — لے کر قائم رہے گا، اس کے چھوڑنے والے
ولا من خالفهم حتی یاتیهم امر — اور اس کے مخالف اس کا کچھ نہ بگاڑ سکین گے،
اللہ وهم علی ذالک، — یہان تک کہ اللہ تعالیٰ کی بات قیامت آجائیگی،
(بخاری علامات النبوة) — اور وہ اسی پر قائم رہین گے،

لا یزال ناس من امتی ظاهرین — میری اُمت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب
حتی یاتیهم امر اللہ، وهم — رہین گے، یہان تک کہ خدا کی بات یعنی
ظاهرون (بخاری علامات النبوة) — قیامت آجائے گی،

لا یزال من امتی قوم ظاهرین — میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ
علی الناس حتی یاتیهم امر اللہ — غالب رہے گا، یہان تک کہ قیامت
(بخاری کتاب التوحید) — آجائے گی،

لا یزال من امتی امة قائمة — میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ
بامر اللہ لا یضرهم من کذبهم — احکام الٰہی کو لے کر قائم رہے گا، اس کے

[۱] تفسیر روح المعانی، تفسیر آیت مذکورہ

ولا من خذلهم حتی یاتی — جھٹلانے والے اور اس کے چھوڑنے والے
امر اللہ وهو علی ذالک — اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکین گے یہانتک
(بخاری کتاب التوحید) — کہ قیامت آجائے گی، اور وہ اسی پر قائم رہیگی

لا تزال طائفة من امتی — میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق کے
ظاهرین علی الحق لا یضرهم — غلبہ کے ساتھ قائم رہے گی، اس کے
من خذلهم حتی یاتی امر اللہ — مخالف اور اس کے چھوڑنے والے اس کا
وهم کذلک، (مسلم کتاب الامارة) — نہ کچھ بگاڑ سکین گے، یہانتک کہ قیامت آجائیگی

لن یبرح هذا الدین قائماً — یہ دین اسلام ہمیشہ قائم رہے گا،
یقاتل علیه عصابة من المسلمین — اس کے لئے مسلمانون کی ایک جماعت
حتی تقوم الساعة (مسلم کتاب الامارة) — ہمیشہ لڑتی رہے گی، یہانتک کہ قیامت آجائے

لا تزال طائفة من امتی — میری امت کا ایک گروہ قیامت تک
یقاتلون علی الحق ظاهرین — حق پر لڑتا رہے گا، اور اپنے دشمنون
الی یوم القیامة (مسلم کتاب الامارة) — پر غالب رہے گا،

لا تزال طائفة من امتی — میری امت مین سے کچھ ہمیشہ احکام
قائمة بامر اللہ لا یضرهم — الٰہی کو لے کر قائم رہین گے، ان کو چھوڑنے
من خذلهم او خالفهم حتی — والے اور مخالف کچھ نقصان نہ پہنچا سکین گے،
یاتی امر اللہ وهم ظاهرون — یہان تک کہ قیامت آجائے گی، اور وہ
علی الناس (مسلم کتاب الامارة) — غالب رہین گے،

ولا تزال عصابة من المسلمین یقاتلون — مسلمانون کی ایک جماعت حق پر ہمیشہ لڑتی رہیگی،

علی الحق ظاہرین علی من ناوٰھم الی یوم القیامۃ (مسلم کتاب الامارۃ)
اور قیامت تک اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی،

لاتزال عصابۃ من امتی یقاتلون علی امر اللہ قاھرین لعدوھم لا یضرھم من خالفھم حتی تاتیھم الساعۃ وھم علی ذلک،
(مسلم کتاب الامارۃ)
میری امت کی ایک جماعت خدا کی شریعت کے قائم کرنے پر لڑتی، اور اپنے دشمنوں کو... اس کے مخالف اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ اسی غلبہ کی حالت میں رہیں گے،

یہ حدیثیں صرف صحیحین کی ہیں، باقی حدیث کی دوسری کتابوں میں جیسے مستدرک حاکم، جامع ترمذی، سنن نسائی، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان میں بھی اسی طرح مذکور ہیں[1] اس سے اندازہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری تسکین خاطر کے لئے کس شدت اور کس وضاحت کے ساتھ یہ پیشگوئی فرما دی ہے، کہ مسلمانوں کا ایک گروہ اپنے ظاہری و باطنی غلبہ اور قوت کے ساتھ قیامت تک باقی رہے گا، تاکہ پیغام حق قیامت تک دنیا میں قائم و باقی رہے، اس کے صاف معنی یہ ہیں، کہ اسلام میں آیندہ کسی جدید نبی کی بعثت نہ ہوگی، اور یہ فرض جو پہلے انبیاء کے ذریعہ ادا ہوتا تھا، وہ مسلمانوں کی ایک جماعت انجام دے گی، بعض روایات میں ایک حدیث ہے،

العلماء ورثۃ الانبیاء[2]
یعنی امت محمدی کے علمائے حق انبیا کے وارث ہوں گے،

ظاہر ہے کہ یہ وراثت عہدہ اور منصب میں نہیں ہے کہ یہ سلسلہ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا بلکہ نبوت کے فضائل و کمالات سے ان کو حصہ ملے گا، اور تبلیغ دین، ہدایت خلق، دعوت حق، اقامت دین،

۱؎ دیکھئے کنز العمال جلد سادس ص ۲۳۱ و ص ۲۳۵ ۲؎ یہ حدیث مسند احمد اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بطرق متعددہ مروی ہے اور محدثین نے اسی لئے اس کو معتبر مانا ہے، دیکھئے مقاصد حسنہ سخاوی و کشف الخفا عجلونی،

امر بالمعروف نہی عن المنکر، دفع شبہات، ابطال مبطلین اور رد بدعات کے کام انجام دیں گے،

بلکہ علمائے امت کے علاوہ تمام صلحائے امت بھی یہی درجہ رکھتے ہیں، چنانچہ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت کے دن جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ساری امتوں کے سر سے قیامت کی پہلی مصیبت دور ہو گئی، تو یہ امتیں بہ یک زبان امت محمدیہ کے متعلق یہ شہادت دیں گی

کادت ھذہ الامۃ ان تکون انبیاء کلھا
(مسند طیالسی ص ۳۵۳ عن ابن عباس، مسند احمد یعنی)
قریب ہے کہ اس امت کے سارے افراد انبیاء کا مرتبہ پائیں،

ایک دوسری حدیث میں اس کی تشریح آئی ہے کہ اس امت کو یہ رتبہ اس طرح حاصل ہوا کہ شہداء علی الامۃ یعنی اپنی اپنی امتوں پر شاہد ہونے کا مرتبہ جس طرح انبیاء کرام صلوۃ اللہ علیہم کو حاصل ہوا، اسی طرح اس امت کو شہداء علی الناس کا مرتبہ عنایت ہوا ہے، صحیح احادیث میں ہے کہ قیامت کے دن ساری امتوں پر شہادت کا کام امت محمدیہ سے لیا جائے گا[1] یہ شاید اس لئے ہوگا کہ امت محمدیہ ہی وہ امت ہے جو سارے پیغمبروں کی صداقت پر ایمان لائی ہے، حضرت عبادہ بن صامتؓ سے حکیم ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس امت کو ایسی باتیں ملی ہیں جو کسی کو نہیں ملیں، ایک یہ کہ اس امت سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ
(مومن - ۶)
مجھے پکارو میں تمھیں جواب دوں گا یا مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا،

حالانکہ یہ مرتبہ پہلے صرف انبیاء کو حاصل تھا، اور کہا گیا،

وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ
اللہ تعالیٰ نے دین میں تم پر کوئی تنگی

۱؎ حافظ ابن کثیر نے دوسرے پارہ میں لتکونوا شھداء علی الناس کی تفسیر میں ان روایتوں کو یکجا کر دیا ہے،

۲؎ کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۳، حکیم ترمذی کی کتاب نوادر الاصول گو حدیث کی کم درجہ کی کتابوں میں ہے لیکن اس روایت کے معنی کی قرآن پاک کی آیتوں سے تائید ہوتی ہے،

مِنْ حَرَجٍ، نہین کی،

اور یہ بھی صرف انبیاء کو کہا گیا تھا، اور کہا گیا،

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۤءَ عَلَى النَّاسِ (بقرہ-۱۷)

اور ہم نے تم کو بیچ کی امت یا شریف و معزز امت بنایا تاکہ تم لوگون پر شہادت دو،

یہ بھی پہلے صرف نبی سے کہا گیا تھا، کہ تم اپنی امت پر شاہد ہو،

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ اس روایت مین امت محمدیہ کی جو پیغمبرانہ فضیلتین بیان کی گئی ہین، وہ درحقیقت قرآنی آیتون سے مؤید ہین، قرآن پاک کی متعدد آیتون مین یہ مضمون دہرایا گیا ہے کہ امت محمدیہ کو شہادۃ علی الناس اور شہادۃ علی الامم کی فضیلت بخشی گئی،

شہید اور شاہد کے لغوی معنی حاضر کے ہین، کسی شخص کا کسی شخص کے پاس حاضر ہونا یا حاضر رہنا، مختلف اغراض سے ہو سکتا ہے، مثلاً اس کی حمایت اور مدد کے لئے، اس کی ہر حالت اور کیفیت سے باخبر رہنے کے لئے، اس کی دیکھ بھال، اور نگرانی کے لئے اس کے متعلق کسی واقعہ کی گواہی، اور اس کے دعوی کی تائید کے لئے، اوس کو امور خیر کی تعلیم اور شر سے بچانے کے لئے اس لئے لغت کے اصول سے لفظ شہید اور شاہد ان تمام معنون مین حسب سیاق و سباق بولے جاتے ہین جس کا اندازہ حسب ذیل آیتون سے ہو گا،

۱- حمایتی اور مددگار کے معنی مین،

وَادْعُوْا شُهَدَاۤءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (بقرہ-۳)

اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیون کو بلاؤ (کہ قرآن کا جواب لائین)

اس آیت کے اس معنی کی تائید دوسری آیت سے ہوتی ہے،

وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل ۱۰)

اور اگرچہ (اس قرآن کے جواب لانے مین) یہ لوگ ایک دوسرے کے مددگار ہون،

۲- ہر حالت اور کیفیت سے باخبر رہنے والے کے معنی مین،

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (حج-۲)

اللہ ہر چیز سے باخبر ہے،

اس معنی کی آیتین قرآن پاک مین کئی ہین،

۳- اس کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنے والے کے معنی مین،

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ (مائدہ-۱۶)

اور (حضرت عیسیٰ فرماتے ہین) مین اپنی امت پر جب تک مین ان مین رہا، نگران رہا،

۴- گواہ اور دعوی کی تائید کرنے والے کے معنی مین،

وَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا، (نساء-۶)

اور کیسا ہو گا، جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائین گے، اور تجھ کو ان پر گواہ لائین گے،

اس معنی مین کئی اور آیتین ہین،

۵- امور خیر کی تعلیم یا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے کے معنی مین،

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۤءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ-۱۷)

اور اسی طرح تم کو معتدل امت بنایا، تاکہ تم لوگون کے بتانے والے ہو، اور یہ رسول تمہارا بتانے والا ہو،

اسی معنی کی تائید قرآن کی دوسری آیت سے ہوتی ہے،

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، (آل عمران ۱۲)

قومون کی رہنمائی کو جتنی امتین ہوئین، ان سب مین تم بہتر ہو، اچھی باتون کو بتاتے ہو، اور بری باتون سے روکتے ہو،

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ جو آخری اُمت ہے اس لئے پردہ عدم سے باہر لائی گئی ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آخری شاہد کے طور پر اس دنیا میں کام انجام دے، اور ہر نبی کے دعوی کی شاہد، حمایتی، مددگار اور گواہ ہے، وہ دنیا کی ساری قوموں کی نگران کار بنا کر بھیجی گئی ہے، اس کا فرض ہے کہ وہ قیامت تک قوموں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دے، اب نبیوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا، کیونکہ دین الٰہی کامل ہوچکا، پیغام الٰہی کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لے لی، اور اس کی تبلیغ اور اشاعت کا فرض امت محمدیہ کے سپرد ہوگیا، اب یہ تنہا اس کے ذمہ ہے کہ قیامت تک تمام دنیا میں کلمۂ الٰہی کی بلندی، حق کی اشاعت، دین کی تبلیغ، نظام عدل کی برقراری، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض انجام دے، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے امام و پیشوا، اور وہ ساری امتوں کی امامت اور پیشوائی کرے، قیامت کے دن اس کی یہی فضیلت تمام انبیاء کی امتوں پر شہادت کی صورت میں ظاہر ہوگی، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت نوحؑ بلائے جائیں گے، وہ حاضر ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہ تم نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی، وہ عرض کریں گے، ہاں میرے رب، پھر اللہ تعالیٰ اُن کی امت سے پوچھے گا کہ کیا انھوں نے تم کو تبلیغ کی تھی، وہ انکار کریں گے، کہ میرے پاس تو کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا، تب اللہ تعالیٰ نوح سے پوچھے گا تمھارے دعوی کی شہادت کون دیتا ہے، وہ عرض کریں گے، محمدؐ اور ان کی امت، تو یہ نوح کی شہادت دیں گے، یہ ارشاد فرما کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی،

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا الخ	یعنی تم کو معتدل و عادل امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ، اور رسول تم پر ہو،

(صحیح بخاری تفسیر سورہ بقرہ)

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں مسند احمد، مستدرک حاکم وغیرہ سے اور متعدد حدیثیں اسی معنی

کی نقل کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا نام یہاں مثالاً ہے، ورنہ امت محمدیہ کی یہ شہادت دنیا کی ساری اُمتوں پر ہوگی، اس کا سبب ظاہر ہے کہ دنیا میں یہی ایک امت ہے، جو تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی کتابوں کی صداقت کی شاہد ہے، اس شہادت کے بغیر کوئی شخص اس اُمت کے سلسلہ میں داخل ہی نہیں ہوسکتا، ان کے ایمان کا یہ جزء ہے، یہی ایمان جو شہادت کے ہم معنی ہے، قیامت میں نبیوں کی صداقت کی تائید میں ان کی اُمتوں کے مقابلہ میں شہادت کی صورت میں ظاہر ہوگا،

سورۂ حج میں سورہ بقرہ کی اس آیت کی مزید تائید ہے،

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ	اوسی اللہ نے اے امت محمدیہ تم کو
فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ	(ساری امتوں میں) چنا ہے، اور اللہ نے
اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ	تمھارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی تمھارے
مِنْ قَبْلُ وَفِىْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ	باپ ابراہیم کا دین، اوسی نے تمھارا نام
شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى	مسلم پہلے رکھا، اور اس قرآن میں بھی تاکہ
النَّاسِ (حج آخر)	رسول تم پر گواہ ہو، اور تم لوگوں پر،

اوپر کی تین آیتوں میں امت محمدیہ کے تین وصف بیان ہوئے ہیں، اُمَّةً وَّسَطًا (عادل و معتدل امت)، خیر اُمَّةٍ (سب سے بہتر امت)، هُوَ اجْتَبٰىكُمْ (تم کو خدا نے چنا ہے)، یہ تینوں لفظ اس اُمت کی برگزیدگی، بہتری اور فضیلت پر شاہد ہیں، بلکہ اخیر لفظ اجْتَبٰىكُمْ (تم کو چنا اور برگزیدہ کیا) تو ایسا ہے کہ اس کا اطلاق انبیاء علیہم السلام پر کیا گیا ہے،

اس امت محمدیہ کی ساری امتوں پر شہادت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس امت کے شاہد عادل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب قیامت تک کے لئے نبی ہوکر قیامت تک کی ساری امتوں کے لئے آخری نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں، اس لئے دنیا کی ساری امتیں خواہ وہ اپنے کو کسی سابق نبی کی طرف منسوب کریں

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس فرض کو انجام دیا، اور اپنے آس پاس کی ساری امتوں تک اپنے پیغام کو پہنچایا، آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور صحابہ نے اس فرض کو انجام دیا، اُن کے بعد عہد بعہد قیامت تک اس پیغامِ الٰہی کی دعوت و تبلیغ امتِ محمدیہ کا فرض قرار پایا، اب جب تک دنیا آباد ہے، ہر ملک میں، ہر قوم میں، دنیا کے ہر گوشہ میں اس پیغامِ الٰہی کی دعوت و تبلیغ الی یوم القیام امتِ محمدیہ کا فریضہ ہے، اسی کا نام بعض علمائے محققین کی اصطلاح میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ ہے، جس کی تعبیر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حسب ذیل فرمائی ہے (باب حقیقۃ النبوۃ)

"تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے بڑا رتبہ اس نبی کا ہے، جس کو بعثت کی ایک اور دوسری نوع بھی حاصل ہوئی ہو، جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی رضا یہ ہوتی ہے کہ تبی کو لوگوں کے تاریکی سے نکال کر روشنی میں لانے کا ذریعہ بنائے، اور اس کی قوم کو ایک ایسی اُمت بنایا جائے جو دوسری قوموں کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے، تو اس نبی کی بعثت اولیٰ اس کی بعثتِ ثانیہ کو بھی شامل ہو جاتی ہے"،

شاہ صاحب کا منشا یہ ہے کہ نبی کی بعثت اولیٰ اس کی قوم کی اصلاح اور تزکیہ کرکے اُسکو اس نبی کے احکام و تعلیمات و آداب کا سراپا نمونہ بنا دیتی ہے، اور پھر وہ اپنے نبی کا وہ پیغام لے کر جو اس کو پہنچا ہے، دنیا کی دوسری قوموں میں پھیل جاتی ہے، اور اس سے دنیا کی دوسری قومیں ہدایت پاکر تیسری قوموں کی طرف مبعوث ہوتی ہیں، اور اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے،

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کی بعثت اولیٰ کی خبر تو اس آیت میں ہے،

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ (جمعہ - ۱)

وہی خدا جس نے امیوں میں انہی میں سے ایک نبی مبعوث فرمایا،

اور اس کی بعثتِ ثانیہ کا بیان ذیل کی آیت میں ہے،

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لئے وجود میں لائے گئے،

اور حدیث صحیح میں اسی بعثتِ ثانیہ کی تصریح ان الفاظ میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا،

فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ،

تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر مبعوث ہوئے نہ کہ سختی کرنے والے بنا کر،

اس سے معلوم ہوا کہ امتِ محمدیہ ایک پیغام کی حامل ہے، اور اپنے رسول کی طرف سے دعوت و تبلیغ پر مامور ہے، وہ پردۂ عدم سے اسی لئے باہر لائی گئی ہے، کہ وہ دنیا کی دوسری قوموں کی اصلاح و تزکیہ کی خدمت انجام دے اور اپنے نبی کے پیغامِ حق کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلائے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع میں اخیر حکم:-

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ،

میرے پیغام کو جو یہاں موجود ہے وہ اس تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں،

یہ حکم صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک کے لئے محدود نہیں، بلکہ قیامت تک کے لئے جاری و ساری فرمایا گیا، کہ ہر حاضر العلم دوسرے غیر حاضر کو اسی طرح پہنچاتا چلا جائے، ذیل کی آیت پاک کا بھی یہی منشا ہے،

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (توبہ ۱۵)

اور کیوں نہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت گھر سے باہر نکلے تاکہ وہ دین کا علم حاصل کرکر اور واپس آکر اپنے لوگوں کو ہشیار کرے کہ

داعیون کی یہ بعثت قیامت تک یونہی قائم رہے گی،

اور یہی منشا اس آیت کا بھی ہے جو پہلے بھی گذر چکی ہے، جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا ہے،

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران-۱۲)

تم بہترین امت ہو جو لوگون کے لئے وجود مین لائے گئے، اچھی بات کا حکم دیتے ہو، اور بری بات سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو،

لیکن اس سے معلوم ہوا کہ اس امت کا یہ شرف اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ترک نہ کرے، اور ایمان باللہ سے محروم نہ ہو جائے، بلکہ ایمان باللہ سے معمور ہو کر خیر کی اشاعت اور شر کی مدافعت کے لئے سرفروشی کرے، اور اسی لئے اس سے چند آیت پہلے یہ حکم بھی وارد ہے،

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ ... وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران ۱۱)

اور تم مین ایک جماعت ہو جو لوگون کو اچھی بات کی طرف بلاوا دے... اور بری بات سے روکے، اور یہی فلاح پانے والے ہین،

اس سے معلوم ہوا کہ امتِ محمدیہ کی فلاح اس امر معروف اور نہی منکر اور دعوت و تبلیغ مین مضمر تھی، جس سے ہر دور مین نئی نئی قومین اسلام کے آغوش مین اپنا نیا خون لے کر آتین، اور اسلام کی صولت و شوکت کو مسلسل قیام و تابندگی رہتی تھی، لیکن جب سے مسلمانون نے امت کو قوم کے معنی مین سمجھ لیا، امت بانجھ ہو گئی، اور نو مولود قومون کا داخلہ بند ہو گیا، مگر انشاء اللہ یہ وعدۂ الٰہی پورا ہو کر رہے گا، کہ اگر ایک قوم اپنے فرض سے غافل رہے گی تو دوسری قوم اگر اس فرض کو ادا کرے گی،

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا، (توبہ-۶)

اگر تم گھرون سے نہ نکلوگے تو اللہ تم کو درد ناک سزا دے گا، اور تمھاری جگہ دوسری قوم لائے گا اور تم خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے،

پھر فرمایا،

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ، (مائدہ-۸)

اے ایمان والو! تم مین سے کوئی اگر اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ دوسری قوم کو لائے گا جن کو خدا پیار کرے گا، وہ خدا کو پیار کرین گے، جو مسلمانون کے تابعدار اور کافرون پر بھاری ہون گے، اللہ کی راہ مین جہاد کرین گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہین ڈرین گے، یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے وہ عنایت کرے،

معلوم ہوا کہ نئی جگہ لینے والی قوم کی صفتین یہ ہون گی، اللہ تعالیٰ سے وہ اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے گی، اپنے دینی بھائیون کے ساتھ نیک سلوک کرے گی، کفار پر سخت ہو گی، اللہ کی راہ مین جہاد کے لئے ہمیشہ آمادہ رہے گی، اظہار حق مین کسی ملامت کی پروا نہ کرے گی،

اس بعثتِ ثانیہ سے مشرف اور قومون کی شاہد بن کرانے والی امت کے آثار اور فرائض کی پوری تفصیل سورہ حج کی آخر کی آیتون مین ہے، جہان فرمایا ہے،

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

اے ایمان والو! اللہ کے آگے جھکو، اور سجدہ کرو، اور اپنے پروردگار کی بندگی کرو، اور نیکی کے کام کرو، تاکہ تم فلاح پا سکو، اور اللہ کی راہ مین پورا مجاہدہ کرو، اس نے تم کو چنا ہے، اور دین مین تم پر کوئی تنگی نہین کی، تمھارے

ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمّٰکم	باپ ابراہیم کا دین (اوس نے تمھارا نام
المسلمین من قبل و فی ھٰذا	مسلم رکھا ہے، پہلے بھی اور اس قرآن
لیکون الرسول شھیداً علیکم	مین بھی تاکہ رسول تمھارا شاہد اور تم لوگون
وتکونوا شھدآء علی الناس	پر شاہد ہو، تو نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو
فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ و	اور اللہ کو مضبوط پکڑو، وہ
اعتصموا باللہ ھو مولٰکم فنعم	آقا ہے، کیسا اچھا آقا، اور کیسا اچھا
المولٰی ونعم النصیر۔ (حج - ۱۰)	مددگار)

ان آیتون سے اس شاہدِ اُمت اور مجتبائے عالم کے حسب ذیل آثار و فرائض ظاہر ہین،

۱- ادائے نماز کی سختی سے پابندی کرنے والی،

۲- ادائے زکوٰۃ پر عامل،

۳- ایمان باللہ اور توکل علی اللہ سے پوری طرح مضبوط،

۴- رکوع وسجود وعبادت الٰہی کی خوگر،

۵- امورِ خیر پر حریص،

۶- راہِ حق مین جہاد اور فداکاری پر آمادہ رہنے والی،

امت محمدیہ کا جو گروہ ان فرائض کو انجام دے گا وہی انشاء اللہ تعالیٰ ان پیشینگوئیون کا مصداق ہوگا جو اس کی بقا و قیام اور غلبہ و شوکت کے متعلق اوپر بیان ہوئی ہین، اور انہی سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے"

لغاتِ جدیدہ

چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری مع ضمیمہ جناب مولانا مسعود عالم صاحب ندوی،

قیمت:- عہر ضخامت: ۲۵۷ صفحے۔

"منیجر"

منتخب النسفی

جناب مولانا امتیاز علی خان صاحب عرشی ناظم کتب خانہ رامپور

(۲)

فارسی گو شعرا منتخب مین جابجا فارسی شاعرون کے کلام سے استشہاد کیا گیا ہے، ان مین کچھ ایسے ہین جن کا ذکر کسی تذکرے مین میری نظر سے نہین گذرا، بعض مشہور شاعرون کے نئے شعر ملتے ہین، اور کچھ شعر گمنام پائے جاتے ہین، خود مصنف کے بہت سے فارسی شعر بھی جگہ جگہ مندرج ہین، فارسی اہلِ ذوق کے لئے ان کا مطالعہ دلچسپ ہوگا، اس لئے آیندہ سطور مین ان کو پیش کیا جاتا ہے،

(۱) اگلے شعر یا تو دواوین اور تذکرون مین درج نہ ہوسکے، یا بالفاظ مختلف درج ہوے ہین، اس اعتبار سے یہ اشعار خاص اہمیت رکھتے ہین،

دقیقی یہ ایران کا مشہور شاعر، اور شاہنامۂ ایران کا پہلا مصنف ہے، عوفی[1] نے اس کا تذکرہ کرتے ہوے حسب ذیل زمین کا قصیدہ درج کیا، ہے لیکن خود یہ شعر اس مین موجود نہین،

به قد راست، ولکن ز لفکانش کثر
به تن درست، ولکن بچشمگان بیمار[2]

نسفی نے صنعتِ تاکید المدح بمایشبہ الذم کی مثال مین اسے نقل کیا ہے،

---

[1] لباب الالباب: ۲: ۱۱

[2] منتخب: ۴۳۵، الف،

عمارہ ابو منصور عمارہ بن محمد مروزی کا ذکر عوفی کے یہان ملتا ہے[1]، نسفی نے اس کے حسب ذیل اشعار نقل کئے ہین[2]،

بنفشہ داد مرآن بت بنفشہ قبائے ۔۔۔ بنفشہ بوئے شد از بوئی ان بنفشہ برائے

بنفشہ بوے ربود از دو زلف کوتہ او ۔۔۔ بوم، چرا نبوم، جادوان بنفشہ ستائے

لیکن یہ شعر نہ عوفی نے لکھے اور نہ کسی اور تذکرے مین نظر سے گذرے، نسفی نے پہلا شعر صنعتِ تکرار کلمہ اور دوسرا صنعتِ تحقیق کی مثال مین پیش کیا ہے،

عنصری یہ بھی ایران کا شہرۂ آفاق شاعر اور دربار محمودی کا ملک الشعراء ہے، دیوان عرصہ ہوا ایران میں چھپ چکا ہے، یہ شعر دیوان مین موجود ہے[3]:

نیستی دیوانہ بر آتش چرا غلطی ہمی ۔۔۔ نیستی پروانہ، گرد شمع چون جولان کنی

نسفی نے صنعتِ تعجب کی مثال مین یہ شعر نقل کرتے ہوئے پہلا مصرع یون لکھا ہے[4]،

ع:۔ نیسی دیوانہ، بر آتش چرا غلیان کنی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل مطلع تھا، بظاہر کسی بعد کے کاتب نے تغیر کرکے مطلع سے شعر بنا دیا ہے، لیکن یہ شعر نہ دیوان مین درج ہوے، نہ کسی تذکرہ نویس نے نقل کئے[5]،

سخن ہر سرے را کند تاجدار ۔۔۔ سرے را کند ہم سخن تاجدار

نسفی لکھتا ہے کہ اس شعر مین صنعتِ "متزلزل" ہے، یعنی حرکت یا نقطے کے بدل جانے سے معنی متفاوت ہو جاتے ہین، چنانچہ "تاجدار" کی جیم کو ساکن پڑھو، تو یہ شرف و عزت پر دال ہوگا، اور مکسور پڑھو، تو ہلاکت و تباہی مراد ہوگی، عنصری نے بڑے لطف سے اس صنعت کو ایک شعر مین جمع کر دیا ہے،

---

[1] لباب: ۲۴۰۲، [2] مطلع: ۲۲۱، الف، ۲۰۱، ۴۴ب، [3] دیوان عنصری: ۱۳۲، حاشیہ [4] مطلع: ۲۲۱، الف [5] اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شعر محبوب کی کنپٹی کی تعریف مین کہا گیا ہے [6] مطلع، ۴۴ب،

زمینی، نہ بے انتہا زمین ۔۔۔ زمانی، نہ بے انتہا زمان

سپہری، نہ بے رہنماے سپہر ۔۔۔ جہانی نہ بے کدخداے جہان

نسفی نے یہ شعر صنعتِ استدراک کی مثال مین درج کئے ہین[1]، صنعتِ تفسیر الظاہر مین یہ دو شعر لکھے ہین[2]:۔

یا بہ بندد، یا کشاید، یا ستاند یا دہد ۔۔۔ "تا جہان باقی بود مر شاہ را این یادگار"

آنچہ بستاند ولایت وآنچہ بدہد خواستہ ۔۔۔ وآنچہ بندد بال دشمن وآنچہ بکشاید حصار

دیوان مین یہ شعر موجود ہین، مگر ایک تو آنچ کا املا بطور متاخرین آنچہ ہے، دوسرے مصرع ثانی اس طرح لکھا ہے،

"تا جہان باشد ہمی مر شاہ را این چار کار"[3]

حسن البدیہہ کے تحت لکھا ہے کہ ایک مرتبہ علوی زینتی، عسجدی، فرخی اور عنصری اکٹھے بیٹھے تھے[4]،

زینتی نے کہا: مہ با رخ تو ہنوز بیشی نکند

عسجدی نے کہا، گل با لب تو برنگ بیشی نکند

فرخی نے کہا: چون زلف تو تعبیہ نجاشی نکند (؟)

عنصری نے کہا: خوبی چہ کند کہ با تو خویشی نکند

قمری عوفی نے اس کا نام ابو القاسم زیاد بن محمد القمری لکھا ہے، اور جرجان کا باشندہ بتایا ہے[5]، نسفی نے اس کا یہ شعر درج کیا ہے،

ز نام تو نتوان آفرین گست جنانک
گست نتوان از نام و فنت نفرین

---

[1] مطلع ۳۷ب [2] ایضاً: ۴۲۳ب [3] دیوان عنصری: ۲۰۶ [4] مطلع ۲۲۲ب [5] لباب ۲: ۱۹۰،

اَبنجی اس کا نام عوفی نے الامیر ابو الحسن علی بن الیاس الآغاجی البخاری، اور الثعالبی متوفی سنہ ۴۲۹ھ نے صرف ابو الحسن الاغاجی لکھا ہے[1]، یہ دقیقی کا معاصر اور شعراء کا ممدوح امیر تھا، خود فارسی کا بہت اچھا شاعر اور تمام خراسان میں اس کا دیوان سائر و دائر تھا، اکثر اپنے فارسی شعروں کا عربی میں ترجمہ بھی کر لیتا تھا، نسفی نے صنعت تعیین الابتدا و بالانتہا میں اس کا یہ شعر لکھا ہے[2]،

تر افضیلت بر خویشتن تو انم دید اگر فضیلت نامردمی و بخیل است

شطرنجی اس کا پورا نام جمال الحکماء دہقان علی الشطرنجی ہے، نسفی نے اسے اپنا معاصر اور ہم شہر لکھا ہے، عوفی نے لکھا ہے کہ اکثر مقطعات کہتا تھا[3]، مگر یہ دو شعر جنھیں نسفی نے صنعت جمع الاشیا میں نقل کیا ہے[4]، عوفی کے یہاں نہیں ملتے،

شد خیری خاکسار و قمری آوار یا دست حدیث عندلیب گلنار

آتش کن و کنگ در کش ای گل خنار وآبی چو رخ تذرو چن لالہ بیار

اس رُباعی میں شطرنجی نے چار عنصر، خاک، باد، آتش، آب اور چار پرندے، قمری، عندلیب، کنگ، تذرو اور چار پھول، خیری، گلنار، گل لالہ کو جمع کیا ہے،

مسعود لاہوری اس کا پورا نام مسعود بن سعد بن سلمان ہے، لاہور کا باشندہ اور فارسی و ہندی کا مشہور شاعر ہے، عام تذکروں میں بھی اس کے حالات ملتے ہیں، دیوان بھی شائع ہو چکا ہے، نسفی نے اس کے حسب ذیل اشعار صنعت جمع میں لکھے ہیں[5]،

بنمود بہ پرِ آتش از گل خنجر وی نیلوپر فگند بر آب سپر

---

[1] لباب: ۱، ۳۱، و تیمۃ الدہر للثعالبی: ۴: ۱۴ طبع طہران سنہ ۱۳۵۳ھ، آغجی، اصل میں آغاچی تھا، جو دربان یا صاحب کا ہم معنی ہے، یہ عہدہ سلاطین اسلام کے دربار میں بڑی اہمیت کا تھا، اور ہمیشہ سلاطین کے معتمد امراء اس عہدے پر فائز ہوتے تھے۔ [2] مطلع: ۱۴۴ ب [3] لباب: ۲: ۱۹۹ [4] مطلع: ۱۴۳ الف [5] ایضاً،

امروز زرہ یاسمن، اے باد پرِ اے خاک ز لالہ ساز فردا مغفر

اس رباعی میں چار دن، پریروز، دی، امروز، فردا، اور چار عنصر، آتش، آب، باد، خاک، اور چار پھول، گل، نیلوفر، یاسمن، لالہ، اور چار ہتھیار، خنجر، سپر، زرہ، مغفر (خود) کو جمع کر دیا ہے، ذیل کی رباعی میں چار دن، چار عنصر اور چار پھول نظم میں کھپائے ہیں[1]،

لالہ چو پریر آتش شور انگیخت وی نرگس آب بر شرش از دیدہ بریخت

امروز بنفشہ عطر با خاک آمیخت فردا ز چمن باد سمن خواہد بیخت

(ب) ان شاعروں کا ذکر کسی تذکرے میں نظر سے نہیں گذرا،

اختری یہ نسفی کا ہم درس ہے، اس کی حسب ذیل رباعیاں کتاب میں نقل کی گئی ہیں[2]،

زد در دلِ من پریر شہوت آتش وی آب ز خم ریخت دل گردن کش

با باد سرِ امروز اگر باشم خوش تن را فردا ز خاک سازم مفرش

اس رباعی میں اختری نے چار دن، چار عنصر، اور چار عضو، دل، گردن، سر، تن کو کھپایا ہے، رباعی ذیل میں چار عنصر اور چار ہتھیاروں کا ذکر ہے،

شب بد زرہ و آتش شہوت ببرم بر سر مغفر نہاد آب بصرم

گر خاک اجل ز رگ سازد سپرم شمشیر اجل پست کند باد سرم

چار عنصر تو واضح ہیں، چار ہتھیار، زرہ، مغفر، سپر اور شمشیر ہیں، اسی کی یہ چار قافیوں والی رباعی ہے،

جویم اثر بقا و زارم از جان گویم خبر بلا و بارم باران

بینم حرز جفا و دارم پنہان بندم کمر وفا و یارم نادان

آیندہ رُباعی میں اُس نے یہ کمال دکھایا ہے، کہ پہلے مصرع میں وہ الفاظ چن کر لکھے ہیں، جن میں جدا جدا

---

[1] مطلع: ۱۴۴۲ الف [2] ر ۱۴۴۳ الف

لکھے جانے والے حرف ہیں، دوسرے میں باعتبار کتابت دو حرفی، تیسرے میں سہ حرفی، اور چوتھے میں چار حرفی ملاحظہ ہو،

دارم دو رخ زرد دل روح درہم   بی تو من عاشق حریق پر غم
پیوستہ کند غمت بسو پشت بخم   ہمچون پشتم بعشق حسنت محکم

اگلی رباعی میں عناصر کا ذکر ہے، جو بقول نسفی صنعتِ تناصر کی مثال ہے،[1]

اے زآب رخت گشتہ چو خاک آب قمر   وی باد لبم ز آتش دل دادہ خبر
در عشق تو زآب و خاک و باد و آذر   دارم ببر و دست و دل و دیدہ اثر

بہرامی اس کے متعلق خود نسفی نے بھی کچھ بیان نہیں کیا، صرف چار دن، چار عنصر، چار پھول، اور چار مہینوں کے ذکر پر مشتمل یہ رباعی لکھی ہے،

بنمود پریر آتش از گل پیکان   نیلوفر آب دی برآمد چو سنان
امروز ز باد یاسمن شد چو کمان   فردا پوشد ز خاک لالہ خفتان

جبلی نسفی نے اس کا نام زیر نظر مخطوطے میں عبدالرابیع[2] لکھ کر یہ رباعی درج کی ہے، جس میں دو قافیے، اور تین ردیفیں ہیں،[3]

من بے تو ز نالہ زار، تا کے باشم؟   با دیدۂ ژالہ بار، تا کے باشم؟
با غم ہمہ سالہ یار، تا کے باشم؟   دل سوختہ وار تا کے باشم؟

۱؎ مطلع ۲۴۴ب ۲؎ عبدالرابیع یا عبدالربیع تو کوئی نام ہے نہیں، مجھے یقین ہے کہ کاتب نے عبدالواسع جبلی کے نام کو بگاڑا ہے، مگر عوفی نے عبدالواسع کے ذکر میں اس رباعی کو نہیں لکھا، اور دیوان عبدالواسع کا جو نسخہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے، وہ ناقص ہونے کے باعث رباعیات سے خالی ہے، اس لئے اس رباعی کے مصنف کا تعین سردست نہ ہو سکا، ممکن ہے آئندہ پتہ چل جائے ۳؎ مطلع ۲۴۳، الف،

عبدالصمد ممکن ہے یہ ابوالقاسم عبدالصمد بن علی الطبری نیشاپوری ہو، جس کا ذکر ثعالبی نے تتمۃ الیتیمہ (ج ۱: ۹) میں کیا ہے، اس کے یہ دو شعر نسفی نے صنعتِ تلفیف کی مثال میں درج کئے ہیں،[1]

اے تو مشغول بپرسش جفت   جفت با تو نکرد آنچ گفت
بگفت از بہر م و بہر یہ "تار؟)   تا ہمہ کار بر تو بر آشفت

نظری نسفی نے اس شاعر کے عربی اور فارسی دونوں زبانوں کے اشعار تمثیلاً پیش کئے ہیں، جن میں عربی کی تعداد زیادہ ہے، فارسی کے صرف یہ دو شعر صنعت سیاقۃ الاعداد والمختلفہ میں لکھے ہیں،[2]

ہشت چیز سید سادات عالم بوالحسن   دوستان و دشمنان راہشت چیز آرد بار
بزم و رزمش در دو خار و عفو و خشمش آب و نار   امن و بیش تخت و دار و عمر و کینش فخر و عار

(ج) ان کے ماسوا بھی جابجا فارسی اشعار ملتے ہیں، چونکہ خود نسفی نے ان کے مصنف کا حوالہ نہیں دیا اور ذکر اس طرح کیا ہے جیسے کہ وہ شعر خود نسفی کے نہیں، دوسرے سخن گو کے ہیں، اس لئے جب تک ان کے کہنے والے کا دوسرے ذریعہ سے پتہ نہ چلے ہم بھی انھیں گمنام ہی رکھنے پر مجبور ہیں، وہ شعر یہ ہیں،

تو ئی کہ جور و (شقاوت) تو گرفت تشبیہ   چنانکہ عدل و سخاوت تو گرفت براق[3]

صنعت تقطیع الحروف میں کسی شاعر کے یہ شعر نقل کئے ہیں،[4]

اے دل از درد (درد) او زاری   داری از درد آن دو رخ زاری
روے زرد و دو رخ دور و دوران   از دوان دو روز دل آواری

صنعتِ سوال و جواب کی مثال میں کسی کے یہ شعر درج کئے ہیں،[5]

گفتم نہ وفا بہ از جفا گفتا نہ   گفتم ار بہ کنی وفا گفتا نہ

۱؎ مطلع: ۲۴۴ب، اس نظم کا پہلا اور تیسرا مصرع میری سمجھ میں نہیں آیا ۲؎ ایضاً: ۲۳۲ب، ۳؎ ایضاً: ۲۳۵، الف ۴؎ ایضاً: ۲۳۰ب ۵؎ ایضاً: ۲۴۱ب، دوسرا شعر سمجھ میں نہیں آیا،

گفتم: بکنی رخم چو زی؟ گفتا: دو" گفتم: "بزنم چار رخم؟ گفتا: "ده"

صنعتِ الغاز (پہیلی) مین کسی شاعر کے یہ شعر تحریر کئے ہین[۱]،

آن طرفہ نگر کہ وہانش بہ سر بر است   دا........رو ہا گرفتہ یکے گوشہ ربادر؟

ہر گہ بہ آرزو تو ورا قبد دہی   بی آرزو وے خویش کنی زود بانگ گاؤ

اس کا جواب تقاع (ایک قسم کی گھاس ہے جو خشک ہونے پر سینگ کی شکل کی معلوم ہوتی ہے)

لکھا ہے، مین نے اس گھاس کو دیکھا نہین اس لئے پہیلی کو سمجھ بھی نہین سکا،

صنعتِ تفریق کے ذیل مین ایک عجمی شاعر کے یہ شعر مندرج ہین[۲]،

از خشم تو از نوش پدید آرد نیش   نحن زدرِ تو از شیر وزد دارد شیر

از یکے دونہ کند زیچ کسے جز تو بہ تیغ   وز دو یک نکند زیچ کسے جز تو بہ تیر

صنعتِ جمع و تفریق کی مثال مین کسی کے یہ شعر لکھے ہین[۳]،

من و تو ہر دو از نگل زردیم   بجی (من) از نگم و تو از ․ و ئی

من ورا بو یم، از ترا جو یم   تو ورا بین، اگہ مرا جوئی

دری زبان کا شعر | نسفی نے ایک شعر دری زبان کا بھی تمثیل مین درج کیا ہے، مین اس کے حرفون کی شکلین

اصل کے مطابق نقل کئے دیتا ہون، اہل علم خود تصحیح فرمالین،

دل گرجیندی ببب کہ پیر وز   ناگاہ بلی کجا برد کہ امروز

(د) شعر گوئی کا چسکہ علماء کو عام طور پر رہا ہے، ان مین کچھ ایسے ہین جنھین ہم عالم سے زیادہ

شاعر یا شاعری جانتے ہین، اور زیادہ وہ ہین جنھیں شاعر بالکل نہین جانتے، اس کی وجوہ روشن ہین،

نسفی اسی دوسرے گروہ کے عالم ہین، یہی سبب ہے کہ صاحبِ دیوان ہوتے ہوئے، فارسی یا عربی گو

---

[۱] مطلع: ۱۴۴ب [۲] ایضاً: ۲۴۴ب [۳] ایضاً: ۱۴۴ب،

شعراء کے تذکرون مین ان کا ذکر نہین کیا گیا، عربی اشعار کے متعلق تو کچھ نہ کچھ معلومات ملتی بھی ہین، اور وہ بھی

ان کی ایک منظوم فقہی کتاب کے باعث جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے، یا ان دو چار شعرون کی وجہ سے جن کا تتمۂ

جفیہ وغیرہ مین اعادہ کیا گیا ہے، لیکن فارسی شاعری کا حوالہ کہین نہین ملتا،

خود نسفی کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بچپن سے شعر کہتے تھے[۱]، چنانچہ اپنا ایک عربی کا شعر لکھا بھی ہے،

جو لڑکپن مین کہا تھا، اور جب پرانی زبان مین کم عمری سے کہتے تھے، تو اپنی زبان فارسی مین بھی اسی زمانہ

سے کہنا شروع کیا ہو گا،

سمعانی نے لکھا ہے کہ فقہاء اور حکماء کے انداز اسلوب پر کہتے، اور بہت اچھا کہتے تھے[۲]، سمعانی نے عربی

یا فارسی کی وضاحت نہین کی، لیکن اس کی مراد عربی بھی ہو، تو بھی فارسی کے متعلق یہی قیاس قائم کیا جائیگا

کہ اس کا اسلوب بھی وہی حکیمانہ ہو گی، اور چونکہ نسفی اہلِ زبان تھے، اُن کے فارسی شعر اپنی خوبی مین عربی

سے کمتر نہین زیادہ ہی ہون گے،

عربی کے اشعار اتمار جفیہ مین علی القاری نے نقل کئے ہین، تین شعر المنظومۃ فی الفقہ کے آغاز

کے کفوی نے اعلام الاخیار مین لکھے ہین، بہت سے اور شعر خود نسفی نے مطلع النجوم مین جا بجا استشہاد و

تمثیل مین پیش کئے ہین، یہان ہم صرف فارسی شعر تحریر کرتے ہین، کیونکہ ابھی تک فارسی گو شاعر کی حیثیت

سے ان کا تعارف نہین ہوا ہے[۳]،

گذشت آن روزگارِ خوش کہ اندر وی ہمی بودیم   نگارم را ہمی چیدیم بدانگہا ے بستانش

گہی از نرگسِ عینش، گہے از عنبرِ زلفش   گہے از سیبِ رخسارش گہی از نار پستانش

---

[۱] مطلع: ۴۲۵، الف [۲] الجواہر والاعلام [۳] یہ سب شعر مطلع النجوم سے نقل ہوئے ہین جس کا

پیش نظر نسخہ بہت غلط سلط لکھا ہوا ہے، اس لئے جہان کسی لفظ کی حقیقت تک رسائی نہ ہو سکی ہے، کوشش کی ہے کہ اصل

کے مطابق نقل کرایا جائے تاکہ اہلِ علم خود رائے قائم کر سکین،

دو چشم من ہمی دیدی صد انقعاء زنگینش   دو کف من ہمی چیدی شقائقہای نعمانش

منور گشتہ حال من ز نور نور گلزارش   براحت گشتہ روح من ز شم ریح ریحانش

بہار من گرفتہ بہرۂ خویش از بہار او   بسامان گشتہ کار من ازان ... سامانش

لب از لبہاء چون شہد شش براز برہا چون خدیش   خد از خد درخشانش، دل از لفظ درافشانش

ہمہ ایام من شب گشت چون زلفین شب رنگش   ز بعد آن کہ رخشان بود چون خسار رخشانش[1]

سمر شدیم بہ سہ چیز در جہان نوین   مر این سخن را تفسیر بشنو و تفصیل

بہ بیوفائی یاد و بہ بیقراری (دل)   بہ (بی) نظیری این خواجۂ امام جلیل[2]

ملکتِ بی منتہی ایزد تعالیٰ جدہ   بادشاہِ شرق را داد است در فضل شباب

..... آن شہ شہزادۂ لشکر شکن   ملک دار ملک ران کام جوی کامیاب

قتلغ ارسلان بکا ابو الفتح ابن جعفر   شاہ عالی رای عالی رایت عالی جناب[3]

می گذرد روز و شب و ماہ و سال   با تشنع حال و تباہ مقال

بہرۂ ما جملہ بحاصل دو چیز   کم شدن عمر و فزودن وبال[4]

جمال خلق بعقل است و دین و علم و عمل   بدین چہار بود مرد را حصول امل

یکی بجاہ رساند و را دگر بشرف   یکی بقدر رساند و را دگر بمجل[5]

رتبہ و جاہ اہل ایمان را   در دو چیز است راحت و آرام

در ملاقات اہل صدق و صفا   در مناجات خالق علام[6]

۱؎ مطلع: ۲۴۰ الف و ب، یہ ایک قصیدے کے شعر ہیں جو پچھلے خوش گذرے ہوئے زمانہ کی یاد میں کہا تھا اور تشبیہ الاضمار اور تشبیہ التسویہ کی مثال میں درج کئے ہیں ۲؎ ایضاً: ۲۴۱ ب یہ بھی قصیدہ کے شعر ہیں اور صنعت حسن مطلع کی مثال میں پیش کئے ہیں، ۳؎ مطلع ۲۴۳ ب بصنعت تنسیق الصفات ۴؎ ۵؎ ۶؎ ایضاً ۲۴۴ ب علی الترتیب بصنائع استیفاء الاقسام و تقسیم

من و تو اے نگار بے ہمتاہ   ہمچو ماہیم در دو حال دو دو گاہ

تو چو در نیمہ ماہ، ماہ تمام   من چو نیمہ ہم با ول ماہ

تو بنور رخ و بصورت روے   من برخسار زرد و قد و تاہ[1]

فوادی ہائم و الدمع ہامی   و حزنی دائم و الجد وامی

جدا گشتم ز دلبر تا جدا شد   دل من از نشاط و شادکامی[2]

دلا تا کے ز درد عشق زاری   چرا سرگشتہ ہجران یاری[3]

کے دمد صبح سعادت، کے شود فصل ربیع   کی رسد این خادم و بندہ بدان صدر رفیع

کے نہد جبہت بر پیش قبلۂ اقبال و کو   قبلۂ خدمت دہد بر خاک ان ربع مریع

پیش صدر دین و دنیا سیف حق شمس ہدی   بو المعین آن منہل مورود و آن کہف منیع

قطب ہر مجد رفیع و بحر ہر علم عزیز   گنج ہر نثر بلیغ و روض ہر نظم بدیع

آن کہ در علم و علو اسناد دارد متصل   از فریدان زمان آبا و اجدادش جمیع

بو المعین از بو عبید، از بو المنیع، از معتمد   معتمد از بو عبید، از بو المعین، از بو مطیع[4]

عہد تو مجاز آید و قول تو خلاف   بد عہدی و در جور و جفا اسراف

دل بردۂ و ہمی کنی استخفاف   اللہ کہ من از تو بیابم انصاف[5]

۱؎ مطلع ۲۴۴، الف بصنعت جمع و تفریق ۲؎ ایضاً ۲۴۴ ب یہ ایک طویل قصیدہ کے شعر ہیں، بصنعت تلمیع جو دیوان میں مذکور تھا ۳؎ ایضاً ۲۴۵ الف یہ ۲۳ بیت کا قصیدہ تھا، اور دیوان میں داخل تھا ۴؎ ایضاً: ۲۴۴ ب اس قصیدے کے ممدوح کا نام ابوالمعین میمون بن محمد بن معتمد النسفی المکحولی ہے، یہ التمہید لقواعد التوحید تبصرة الادلہ المناہج اور شرح الجامع الکبیر کے مصنف ہیں، ۵۰۸ھ میں انکی وفات ہوئی، نجم نسفی کی کتاب جو العقائد النسفیہ کے نام سے مشہور ہے تبصرة الادلہ کی فہرست مضامین کا حکم رکھتی ہے (کشف الظنون ۲: ۲۰۹ و حاشیہ، ۲۶۰) ۵؎ ۲۴۴ الف یہ صنعت توشیح کی مثال ہے اور اس کے ہر مصرع کے شروع کے حروف سے نام عبداللہ بنتا ہے،

نسفی نے آیندہ رباعی کی ابیات مین تضمین کی ہے، پہلے رباعی جداگانہ ملاحظہ ہو،

زان روی چو ماہ زود مہجور شدم   وز روی تو فرد ماندم و دور شدم

ہنگام وصال قہر کردم ہمہ را   آخر بفراق باز مقہور شدم

اب تضمین ملاحظہ ہو، مگر اس کا چھٹا مصرع غور طلب ہے،

چہ قضا بود، کہ گے ہا(؟) من زان روی چو ماہ   زود مہجور شدم تا قد من گشت دو تاہ

بہ بریدم ز تو اے دلبر، وز روے تو فرد   ماندم و دور شدم، وز تو گستم ناگاہ

دل حساد حزین کردم، ہنگام وصال   قہر کردم ہمہ را، تا شد شاہا(؟) عیش پناہ

ہمہ را کردم مقہور، من آخر بفراق،   باز مقہور شدم، بہ شود انشاء اللہ[1]

ہر کہ از دست بجز دوست جوید دوست ہا نند   وانکہ از دوست جدا ماند کرا داند(؟) خواند

ہمت دست بدست بدن اوست بود   چون ترا دوست شد از دست بدست چہ ماند تو[2]

از بخت بود خیر و سعادت نہ ز حیلہ   آن را کہ سعادت نبود مال نباشد

بس مال گزیدہ کہ ورا حیلہ نباشد   بس حیلہ گزیدہ کہ ورا مال نباشد[3]

چہ گوید عرب میوہ را از نخست   از و ماخذ نام تا بہ من است

ز آحاد و عشرات وز مایتین   دوم حرف نام نگار من است[4]

اگر مقدار مختار ان موسی   بگیری با دو منقارش بترتیب

بدانی نام آن نام آور عصر   کہ قول و فعل و خلقش راست تہذیب[5]

---

[1] مطلع: ۲۴۴، الف [2] ‹‹ ۲۴۴ الف، صنعت تکرار کلمہ فی البیت [3] ‹‹ ۲۴۴ ب صنعۃ العکس، یہ خود نسفی ہی کے عربی اشعار کا فارسی ترجمہ ہے [4] ‹‹ ۲۴۴، الف، صنعت الغاز، اس سے اسم کبر مستخرج ہوتا ہے، [5] ایضاً، اس سے علی نکلتا ہے،

از حروف جمل تو از آحاد   آخر و اول و میانہ بگیر

باز چہل چند آن میانہ بیا   کو ز نام وی است حرف اخیر[1]

سلامت آید و آرام دین و لطف و امان   ز عکس نام دل آرام من دلیل و نشان

وگر زیادت ازین بایدت بیان، بشنو   کز ین نکوتر شرح است مژدہ و بیان

دو حرف اول و دو حرف آخر نامش   دو حرف اول و دو حرف آخر قرآن

میانہ حرف میان نگین آن سورہ   کہ اندر میانہ و نیمہ است از ہمہ فرقان

بہ نیمہ نام ز تحسینش و فاطع کردم   مرا بہ نیمہ آخر نگنند آن جانان

چو نزد وی(؟) آیم و چون قلب نام او عالم   دو حرف آخر آن حال راند او زبان

وگر فدایم بر آخرش ما کتب حرف؟   شوند نعمت و غم جملہ و کنند قرآن

گہے نصیب تن من بود گہ وصلت   وگر نصیب دل من بود گہ ہجران[2]

مرا بی تو نباید انس و راحت   دل آرا ما دلم شد با جراحت

ز خود ہرگز قراری می نیابم   دلم بردی بدان حسن و ملاحت

جدا بودم ز ہمت ہیچ وقتی   ز دردت تو نیابم استراحت

مکن شادان عدو را ماہ رویا   ندانم من مکن با ما وقاحت

ترا ہر سو گر آید راے و ہمت   بکو شانا بکن با ما سماحت

شدم عاشق دل و جان صید تو زد   بدنیا در نیابم ہیچ راحت

---

[1] مطلع: ۲۴۴، الف، اس سے ظاہر مراد ہے، چہل چند سے حرف ر کس طرح مراد لی جائے، اسے میں نہین سمجھ سکا، غالباً کاتب نے یہان غلطی کی ہے،

[2] ‹‹ ۲۴۴ الف اس نظم کا جواب الیاس ہے،

جفا کردی بہرت بتہ گشتم بشتق تو کنم برخود نیاحت

مکن پو بان کفورا مشک بویا روانم من بدین درگاہ ساحت

یہ شعر مختلف وزن اور قوافی میں پڑھے جا سکتے ہیں، جن کی تعداد خود مصنف کے بیان کے مطابق تیرہ ہے، اس صنعت کا نام نسفی نے ذات الوجوہ بتایا ہے[1]

گر ی نہ ہی، بگوی ہذا ناری — گری بخوری، بگوی یارا، یاری[2]

یافتی امنی و اسانی — یافتی امنی و آسانی[3]

(کا) مندرجہ تحت اشعار کے ساتھ نسفی نے کوئی مبہم حوالہ بھی نہیں دیا ہے، جس سے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ بھی اُن کے اپنے نظم کئے ہوئے ہیں،

۱- سلطان ہمہ عالم منصورِ مظفر — افلاک مطیع است مرادرا د مسخر

بر عرش بر د خطبہ او نام بزرگش — بر چرخ نہد خاطبِ او پاے بمنبر

آبی کہ بدان شاہ جہان دست بشوید — زان آب یکے قطرہ بہ از چشمۂ کوثر

خاکی کہ بر آن خاک زمانی بنہد پاے — یک ذرہ ازان خاک بہ از چرخ مدور

روزی ...... تیغ بود تیر اشارت — بر جاے بر د پیش صف آن خسر و صف آور

چی حصب چی کوہ آید و چی دشت و چی دریا — چی باد و چی خاک آید و از چی آذر

از ہیبتِ او آب ہلاک آید و طوفان — وز حملۂ او باد سموم آید و صرصر

جاوید بقا باد و ورا در شرف وعز — در ملک و بزرگی و دول برسرش افسر[4]

---

[1] مطلع: ۲۴۴ب، [2] ۰۰ : ۲۴۴ب صنعت ترصیع کی مثال ہے، [3] ایضاً: ۲۴۴ب یہ صنعت متلون کی مثال ہے، جس کا پہلا مصرع عربی اور دوسرا فارسی ہے، مگر لفظ دونوں کے وہی ایک ہیں،
[4] نقطہ زدہ مقامات کے لفظ پڑھے نہ گئے [5] مطلع: ۲۴۴، الف،

۲- اے صدر ہمہ عالم و قطبِ ہمہ اقطار — ای کہف بنی آدم و غوثِ ہمہ احرار

اخلاق تو از لطف دہد مایہ بہر چار — رکن ہمہ را جانی بود و ہمہ انوار؟

ای روز پر از شادی وای ماہ پر از نور — اے بحر پر از گوہر واے ابر پر از بار

گویند ہمہ عالم را مایہ چہار است — .. ..

آب از تو برد پاکی و باد از تو برد بوے — خاک از تو د ہد نعمت و نور از تو ...نار

عید ہمہ اعیاد و شاہ ہمہ اجناد — .. ..

......ہمین باشد، تو نیز ہمین باش — در حشمت و در رفعت و اعداے تو بر دار[1]

۳- ....پر از حیا و حیات — عقل را اصل و مردمی را ذات

ہر چہ اندر جہان ہمہ خوبی است — صف زدہ گرد ت اے ستودہ صفات

خدمتش کن...... کہ خدمتِ اوست — منشاء فخر و منبع برکات

ربِ تعالیٰ بقا دہاد ورا — تا جہان را بود بقا و ثبات[2]

۴- اے سخنہاے تو اندر کف علم داست نگین — اے ہنرہاے تو بر جامہ فرہنگ طراز

راست گوئی ز خداے آمد نزدیک فزون — کہ بجہد این نتوان یافت بایام دراز[3]

اس کتاب میں عربی گو شاعروں کے بھی بہت سے ایسے شعر ملیں گے، جن کا حوالہ دوسری کتابوں میں نہیں، اس طرح کچھ جدید اور گمنام عربی شاعروں تک بھی رسائی ممکن ہے، مگر اس کام کو میں کسی دوسرے وقت کے لئے چھوڑتا ہوں، والتوفیق بید اللہ

معارف: اس مضمون کے بعض اشعار کے الفاظ پڑھے اور سمجھے نہ جا سکے، ان کو اسی طریقہ سے نقل کر دیا گیا ہے،

---

[1] مطلع: ۲۴۴ب، [2] ۰۰ : ۲۴۶، الف، [3] ۰۰ : ۲۴۸ب

اقبال اور سیاسیات

از

جناب ڈاکٹر سید عبد اللہ ایم اے پی ایچ ڈی لکچرر پنجاب یونیورسٹی

(۲)

مشرقی اور اسلامی علوم کے متعلق بھی اقبال کا رویہ ناقدانہ تھا، چنانچہ اسلامی سوسائٹی کو مردہ کرنے والے لٹریچر کے وہ دل سے مخالف تھے، مگر ان تمام بزرگون سے انھیں بے حد عقیدت تھی، جن کے افکار قوم مین نئی زندگی پیدا کر سکتے ہین، ان سب مین مولانا ئے روم کو اقبال کے نزدیک بڑی اہمیت حاصل ہے جن کی مثنوی آج بھی پرانا سوز عشق پیدا کر سکتی ہے،

جاوید نامہ مین مولانا ئے روم کو اسی طرح اپنا رہنما تسلیم کرتے ہین، جس طرح دانتے نے ورجل کو اپنا رہنما تسلیم کیا تھا، یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ اقبال نے پیر روم کے فکر روشن سے جس قدر روشنی حاصل کی ہے، اتنی کسی اور شمع سے انھین دستیاب نہین ہوئی،

بیا کہ من ز خُم پیر روم آوردم ٭ مئے سخن کہ جوان تر ز بادۂ عنبی است

حقیقت یہ ہے کہ مشرق اور مغرب کے علوم کے امتزاج نے اقبال کو اپنے لئے ایک نئی اور مستقل شاہراہ اختیار کرنے مین مدد ضروری ہے، عجمی تفلسف اور تصوف کو مغربی دانش و حکمت کے معیار پر پرکھا، اور پھر ان کے مقابلہ اور توازن سے ایک معتدل اور زندہ حکمت پیدا کی، جس پر مغرب کے بجائے مشرق کا اثر زیادہ معلوم ہوتا ہے، چنانچہ خود اقبال لکھتے ہین :-

"مقام تاسف ہے کہ مغرب اسلامی فلسفہ سے اس قدر ناآشنا ہے، کہ مجھے اگر اس بحث پر ایک ضخیم کتاب لکھنے کی فرصت ہوتی، تو مین یورپ کے فلاسفہ کو تبلاسکتا کہ ہمارے اور ان کے فلسفہ مین کس قدر بڑی حد تک اشتراک ہے؟"

پھر فرماتے ہین :-

"میرا جو فلسفہ ہے، وہ قدیم مسلمان صوفیہ و حکما ہی کی تعلیمات کا تکملہ ہے بلکہ بالفاظ صحیح تر یون کہنا چاہئے، کہ یہ جدید تجربات کی روشنی مین قدیم متن کی تفسیر ہے،"

اقبال کا پیغام سیاسی ہے یا اخلاقی؟ تمہیدی مباحث مین اب صرف ایک بحث باقی ہے، جس کی طرف اشارہ کرنا بے حد ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ اقبال کا پیغام محض سیاسی حیثیت رکھتا ہے، یا اس کی بنیادین رُوحانی اور اخلاقی ہین، بعض لوگون نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

"اقبال کا کلام تمام تر ایک جارحانہ سیاسی مفہوم رکھتا ہے، یہان تک کہ ان کے فلسفیانہ اشعار اور شاعرانہ غزلیات کا مفہوم بھی سیاسی ہے، یہ بقول مسٹر ڈکنسن ایک شگون نحس ہے جو فساد ہلاکت اور خونریزی کا پتہ دیتا ہے[۱]،"

---

[۱] اس کی تفصیل کے لئے حسب ذیل کتب مین ملاحظہ ہون،

[۲] نطشے کی کتاب Beyond Good & Evil

[۳] The Crowd: a Study of The Popular mind

[۴] The Decline of The West [۵] Politics, 2 vols

[۶] The Revolt against Civilisation etc.

[۷] "America safe for Democracy" کے تفصیلات کیلئے

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کا مضمون "اقبال رومی اور نطشہ" ملاحظہ ہو (رسالہ اردو و اقبال نمبر) معارف اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء (ماخوذ از رسالہ Quest)

حقیقت یہ ہے کہ استعمار پسند یورپ جب مشرقی اقوام میں زندگی اور احساس کی معمولی سی علامت بھی دیکھ پاتا ہے، تو اس کے جسم پر ایک ارتعاش کی حالت طاری ہو جاتی ہے، اس کا ذہن مرعوب ہو جاتا ہے، اور مشرق کی مظلومیوں کو ردّ عمل کا تخیل ایک انتقام کا کابوس بن کر اس کے دماغ پر مسلط ہو جاتا ہے، سید جمال الدین افغانی نے جب مشرق کو متحد ہونے کی دعوت دی تھی، تو یورپ نے اس حرکت و جنبش کو بھی ایک خوفناک تحریک کی شکل میں پیش کیا تھا، اور موہوم خطرے کی خیالی تصویر میں بنا بنا کر اس کو ایک مہیب صورت دی تھی، یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تھا، کہ مغرب اپنی استعماری زنجیروں کو زیادہ سخت اور گران کر دے، جن سے اس نے مشرق کی جانِ ناتوان کو جکڑ رکھا ہے، نکلسن، فارسٹر اور ڈکنسن وغیرہ کو اقبال کی تعلیم کی صورت میں مشرق سے ایک ایسی گونج سنائی دی، جو فطرتِ انسانی کے عمیق اور پختہ ادراک پر مبنی تھی، جس کا اثر یقینی طور پر بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا، کہ مشرق زندگی کے اس احساس سے بہرہ ور ہو گا، جس نے شعور میں ایک انقلاب پیدا ہونا بے حد یقینی ہے، اور جس کے اثرات دور رس، اور جس کے نتائج ہمہ گیر ہوں گے، اسی وجہ سے اقبال کے مغربی نقادوں کے نزدیک پیامِ اقبال کا مفہوم جارحانہ طور پر سیاسی ہے، لیکن اس بارے میں علامہ اقبال خود اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں :-

"میں اس کشمکش کا جو مفہوم لیتا ہوں، وہ اصلاً اخلاقی ہے، نہ کہ سیاسی، درآنحالیکہ نیٹشے کے پیشِ نظر اس کا سیاسی نصب العین ہے"،

پھر پیامِ مشرق کے دیباچے میں اس حقیقت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں :-

"اقوامِ مشرق کو یہ محسوس کر لینا چاہئے، کہ زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب نہیں پیدا کر سکتی جب تک کہ پہلے اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ ہو کوئی نئی دنیا خارجی شکل اختیار نہیں کر سکتی جب تک اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں متشکل نہ ہو، فطرت کا یہ اٹل قانون جس کو قرآن نے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم کے سادہ اور بلیغ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے،

زندگی کے اجتماعی اور انفرادی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے، اور میں نے اپنی فارسی تصنیفات میں اسی صداقت کو مدِ نظر رکھنے کی کوشش کی ہے"

اقبال نے جس اندرونی کشمکش کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے مراد کلچرل اور اخلاقی انقلاب ہے جو اقوام کے شعور کو تبدیل کرتا ہے، اور ان کے ضمیر کو ایک ایسے قالب میں ڈھال دیتا ہے جس سے خودی کے راگ نکلنے لگتے ہیں، ایسے انقلاب کو بروئے کار لانے کے لئے کش مکش کا عمل ضروری ہے،

اس نکتے کی وضاحت کے لئے میں یہ عرض کروں گا، کہ اقبال نے مغرب کے کلچر اور تمدن کی اس بنا پر پیہم مخالفت کی ہے، کہ اس میں عقل Intellectualism اور مادیت کے عناصر اصولی اور اساسی حیثیت رکھتے ہیں، بخلاف اس کے اقبال اپنے تمام کاموں کی بنا فقر اور عشق پر رکھتے ہیں، اور اسی ایک شے کو کائنات کی ترقی اور صحت کا باعث سمجھتے ہیں، مغربی کلچر کے تمام شعبوں کے خلاف اقبال کو جو شکایت ہے، وہ یہی ہے، کہ اس کے تمام شعبے اسی مرضِ مادیت اور عقلیت کے جراثیم سے متاثر ہیں، جن کی بدولت تہذیب یورپ کا وجود روز بروز کمزور ہو رہا ہے، مشرق خود فراموشی کے عالم میں جب انہی مہلک جراثیم سے متاثر ہوتا ہے، تو اقبال کو رنج ہوتا ہے، ان کے دل میں بے قراری اور اضطراب کے طوفان پیدا ہوتے ہیں، یہ طوفان اشکوں اور کچھ نالوں کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں، یہی نالے ہیں جو پیامِ مشرق، بانگِ درا، جاوید نامہ، زبورِ عجم اور ارمغانِ حجاز کے محسوس جامہ میں ظاہر ہوئے ہیں اور دنیا کو متاثر کیا ہے، ان سب میں ہم اقبال کو مغرب کی مادہ پرستی، اور روحانیت سے بیگانگی پر پیچ و تاب کھاتے ہوئے دیکھتے ہیں، اقبال کی نظر مغرب کے سیاسی استیلا اور ملک گیری پر بھی رہتی ہے، لیکن اس سے کہیں زیادہ اسے مغرب کی روحانی بیماریوں اور اس کی تہذیب میں اخلاقی عنصر کی کمی کو دیکھ کر رنج ہوتا ہے، اور یہ دیکھ کر کہ سادہ لوح مشرق بھی مغرب کے انہی روحانی امراض سے متاثر ہو رہا ہے، علامہ اقبال دور بھی غم میں ڈوب جاتے ہیں،

غرض اقبال کے پیغام کا مقصد دوگانہ ہے، اول یہ کہ وہ مشرق کو مغرب کی روحانی بیماریون سے بچائے، دوم یہ کہ یورپ کو بھی اس مرض مہلک سے آگاہ کرے،

مین نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ پیام مشرق کے باب "نقش فرنگ" سے پوری طرح واضح ہوگا، اس کے چند اشعار یہ ہین؛

از من اے باد صبا گوی بدانائے فرنگ — عقل تا بال کشود است گرفتار تر است
برق را این بجگر می زند آن رام کند — عشق از عقل فسون پیشہ جگر دار تر است
چشم جز رنگ گل و لالہ نہ بیند ورنہ — آنچہ در پردۂ رنگ است پدیدار تر است
عجب آن نیست کہ اعجاز مسیحا داری — عجب این است کہ بیمار تو بیمار تر است
دانش اندوختۂ دل ز کف انداختۂ — آہ ازان نقد گران مایہ کہ در باختۂ

زبور عجم مین فرماتے ہین :-

بر عقل فلک پیما ترکانہ شبیخون بہ
یک ذرۂ دردِ دل از علم فلاطون بہ

بال جبریل مین ارشاد ہوتا ہے،

بُرا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اسے — فرنگ دل کی خرابی خرد کی معموری

ضرب کلیم کے دو شعر یہ ہین :-

صیاد معانی کو یورپ سے ہے نومیدی — دلکش ہے فضا لیکن بے نافہ تمام آہو
مردہ لادینی افکار سے افرنگ مین عشق — عقل بے ربطی افکار سے مشرق مین غلام

یہ اور اس قسم کے بہت سے اشعار اسی ایک نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہین کہ اقبال کو یورپین کلچر کی روح سے سخت نفرت تھی یہ نفرت لینن، ایچ جی ویلز، برنارڈ شا اور اسپنگلر کی نفرت سے جداگانہ ہے،

کیونکہ یہ لوگ ہنوز اس نسخۂ شفا کی تلاش کرنے مین کامیاب نہین ہوئے،

برعکس ان کے اقبال کے پاس ایک ایسا نظام فکر موجود ہے، جو ہر لحاظ سے مغرب کے امراض کا علاج ثابت ہو سکتا ہے، کاش اہل مغرب اقبال کی آواز کو سن سکے، لیکن اگر مفروضہ بلندی اور تفاخر کا خیال باطل اہل مغرب کو ایک مشرقی کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے مانع آئے، تو پھر وہ اپنے ہی ایک ہم وطن برگسان سے ان بیماریون اور پریشانیون کا علاج دریافت کرلین، جو اقبال کی زبان مین یہ کہتا ہوا سنائی دے گا،

نقشے کہ بستۂ ہمہ اوہام باطل است — عقلے بہم رسان کہ ادب خوردۂ دل است

اقبال کے فلسفۂ سیاست کے اہم اجزاء ان گذارشات کے بعد مین اقبال کے فلسفۂ سیاست کے

۱؎ علامہ اقبال نے اپنی آخری تصنیفات مین روس کے انقلاب پر بہت مسرت کا اظہار کیا ہے، مثلاً جاوید نامہ کے علاوہ ضرب کلیم مین اشتراکیت کے عنوان سے فرماتے ہین :-

قومون کی روش سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم — بے سود نہین روس کی یہ گرمیِ گفتار
اندیشہ ہوا شوخیِ افکار پہ مجبور — فرسودہ طریقون سے زمانہ ہوا بیزار
انسان کی ہوس نے جنھین رکھا تھا چھپا کر — کھلتے نظر آتے ہین بتدریج وہ اسرار

اقبال کے نزدیک روس قدرت کی طرف سے یورپ کے نظام کہن کو برباد کرنے کے لئے مامور ہوا ہے،

یہ وحی دہریت روس پر ہوئی نازل — کہ توڑ ڈال کلیسائیون کے لات و منات

اسی طرح مثنوی "پس چہ باید کرد" مین روس کی دہریت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لطیف پیرایہ مین یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہین، کہ سردست روس نے لا الہ الا اللہ مین سے لا کی منزل طے کی ہے، وہ وقت آنے والا ہے، جب روس اس مقام سے گذر کر الا اللہ کے درجہ تک پہنچے گا،

کردہ ام اندر مقاماتش نگاہ — لا سلاطین لا کلیسا لا الہ

اہم اجزاء کی طرف توجہ کرتا ہون،

ایک کامل سوسائٹی

اقبال کا سب سے بڑا سیاسی تخیل یہ ہے کہ وہ ایک زندہ اور ہمہ وجوہ کامل سوسائٹی[1] کی تعمیر کا خواب دیکھتا ہے، جو موجودہ قوانین، موجودہ انداز خیال، موجودہ جذبات اور ارادون سے بالکل جدا ہوگی، جس کے سب افراد، مافوق الانسان ہون گے، جن میں خدائے لم یزل کی صفات زیادہ سے زیادہ موجود ہون گی، یہ نئی سوسائٹی مساوات، اخوت اور یک جہتی کا زندہ نمونہ ہوگی، اور اس مین مادیت اور عقلیت سے پیدا شدہ خرابیان بالکل مفقود ہون گی، اقبال کے خیال مین ایسی زندہ اور باعمل جماعت کسی ایسے نظام کی بنیادون پر اٹھے گی، جو اپنے زاویۂ نگاہ مین مغربی اقوام کی طرح تنگ نظر اور کوتاہ بین نہ ہوگی، بلکہ اس کا تصور، انسان اور کائنات کے متعلق، زیادہ انسانی، زیادہ وسیع اور زیادہ روحانی ہوگا، اس وقت دنیا مین جس قدر ترقی پذیر نظام معاشرت و سیاست کے موجود ہین، اقبال ان مین

(بقیہ حاشیہ ص ۲۸۱)

فکر او در تند باد لا بماند   مرکب خود را سوائے الا نراند (ص ۲۲)

یہی وجہ ہے کہ روس پرانے نظام کو تہس نہس کر دینے کے باوجود دنیا مین ایک نئی عالمگیر وحدت کو پیدا کرنے مین کامیاب نہ ہو سکے گا، چنانچہ ابلیس کی مجلس شوریٰ مین اسی بنیادی نکتے کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ عالمگیر وحدت، وحدت ارادی و انجذابی ہوگی، جو صرف اسلامی بنیادون پر قائم ہو سکے گی، ابلیس کہتا ہے ؎

"کب ڈرا سکتے ہین مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد   یہ پریشان روزگار، آشفتہ مغز، آشفتہ مُو

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے   جس کی خاکستر مین ہے اب تک شرار آرزو"

(ارمغان ص ۲۲۳)

[1] اس موضوع پر خواجہ غلام السیدین صاحب کی کتاب (The Educational Philosophy of Iqbal) ملاحظہ ہو،

اسلامی نظام کو اپنے خاص نصب العین اور اپنے خاص تصور ملت کے قریب تر سمجھتا ہے، اس مین شبہہ نہین کہ اقبال ایسے فلسفی اور مفکر کا کسی خاص جماعت اور قوم کو یون سراہنا بادی النظر مین اکثر لوگون کو عجیب معلوم ہوتا ہے، بلکہ یورپ اور ہندوستان کے بعض معترضین کو اقبال کی یہ بات ناپسند بھی ہوئی ہے، چنانچہ مسٹر ڈکنسن، فارسٹر اور نکلسن اس تصور پر بہت چین بجبین معلوم ہوتے ہین، لیکن جیسا کہ خود اقبال اپنے ایک مقالہ مین وضاحت فرما چکے ہین، ان کا یہ تخیل کسی اندھی اور جامد تقلید اور خوش اعتقادی کا نتیجہ نہین، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عملی سہولتون اور نظام اسلامی کے اندر ترقی پذیر امکانات کی موجودگی نے انھین اس یقین پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ دنیا کے بے شمار نظام ہائے زندگی مین سے اپنی زندہ اور کامل سوسائٹی کی تعمیر کے لئے صرف اسلام ہی کو بطور بنیاد عمل اپنے پیش نظر رکھین، اقبال نے اپنی ساری تصانیف مین ملت اسلامیہ کو صرف انھی خاص زاویۂ نظر سے دیکھنے کی کوشش کی ہے، اور جا بجا اس قوم کو مستقبل کی بہترین قوم قرار دیا ہے، سب سے بڑی دلیل جو اس سلسلہ مین پیش کی ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا مین وسیع ترین انسانی برادری اور قوم کا جو خیال "ملت اسلام" نے پیش کیا ہے، وہ کسی اور نظام اور گروہ مین نہین ملتا، اسلام کی حدود بہت وسیع ہین، اس کی ماہیت غیر محدود اور لامتناہی ہے،

اس کا وجود زمان اور مکان کی قیود سے آزاد ہے، اور جیسا کہ اقبال خود فرماتے ہین[1]

"اسلام تمام مادی قیود سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے، اس کی قومیت کا دار و مدار ایک خاص تنزیہی تصور پر ہے، جس کی تجسیمی شکل وہ جماعت اشخاص ہے جس مین بڑھنے اور پھیلتے رہنے کی قابلیت طبعًا موجود ہے، اسلام کی قومیت کا تصور، دوسری اقوام کے تصور سے بالکل مختلف ہے، اس کا اصل اصول نہ اشتراک زبان پر ہے، نہ اشتراک وطن پر نہ اشتراک اغراض اقتصادی پر بلکہ اس کا اصول مظاہر کائنات کے متعلق ایک ایسا اتحاد خیال ہے جو

---

[1] ملت بیضا پر عمرانی نظر صفحہ ۹،

سب انسانون کو ایک رشتۂ وحدت مین پرو سکتا ہے، قطع نظر اس بات کے کہ اس کے ماننے والے افریقہ کی کالی دنیا سے تعلق رکھتے ہین، یا ریگستان بطحا کے شجاع عرب، گنگا کی وادیون مین بسنے والے آریا ہین، یا پامیر کے بلند کوہسارون کے مکین، کوئی زمینی قیدان مین تفرقہ نہین ڈال سکتی، کوئی مادی جدائی ان کو جدا نہین کر سکتی، اور کوئی نسل یا زبان کا امتیاز ان مین افتراق پیدا نہین کر سکتا،"

یہی معاشرتی قانون ہے جس کی وسعت اور ہمہ گیری کا اقبال کو یقین ہے اور یہی نکتہ ہے جسے اقبال سب سے زیادہ پسند کرتے ہین،

ان ہی خیالات کو اقبال نے رموز بیخودی مین اپنے دلکش انداز مین بار بار پیش کیا ہے، چنانچہ اس موضوع پر کہ ملت اسلامیہ کا دار و مدار توحید و رسالت پر ہے، اس نے مکان (Space) کے نقطۂ نگاہ سے وہ لاانتہا ہے، فرماتے ہین[1]،

جوہر ما با مقامے بستہ نیست   بادۂ تندش بجامے بستہ نیست

ہندی و چینی سفال جام ماست   رومی و شامی گل اندام ماست

قلب ما از ہند و روم و شام نیست   مرز و بوم او بجز اسلام نیست

عقدۂ قومیت مسلم کشود   از وطن آقاے ما ہجرت نمود

حکمتش یک ملت گیتی نورد   بر اساس کلمۂ توحید کرد

تا ز بخششہاے آن سلطان دین   مسجد ما شد ہمہ روے زمین

صورت ماہی بہ بحر آزاد شو   یعنی از قید مقام آزاد شو

اقبال کے اس خیال کا یورپ مین زیادہ خیر مقدم نہین ہوا، لیکن با ایں ہمہ عصبیت یورپ مین ایسے

[1] رموز ص ۵۹،

اہل دل موجود ہین، جو اس اسلامی تصور کے قائل ہین، مثلاً پروفیسر خرونیہ نے اپنے مضمون "اسلام اور مسئلۂ نسل" مین ان تمام امور کا اعتراف کیا ہے، اور ان کے علاوہ بے شمار دوسرے اہل قلم نے اسلام کی اس برتری کا اقرار کیا ہے،

ملت اسلام جس طرح مکانی لحاظ سے لامحدود ہے اسی طرح زمانی میعاد سے بھی اس کی کوئی حد مقرر نہین، چنانچہ رموز مین لکھتے ہین[2]،

گرچہ ہم ملت بمیرد مثل فرد   از اجل فرمان پذیرد مثل فرد

از اجل این قوم بے پرواستے   استوار از نحن نزلنا ستے

ما کہ توحید خدا را حجتیم   حافظ رمز کتاب و حکمتیم

آسمان با ما سر پیکار داشت   در بغل یک فتنۂ تاتار داشت

خفتہ صد آشوب در آغوش او   صبح امروزے نزاید دوش او

سطوت مسلم بخاک و خون تپید   دید بغداد آنچہ روما ہم ندید

تو مگر از چرخ کج رفتار پرس   زان نوآئین کہن پندار پرس

آتش تاتاریان گلزار کیست   شعلہ ہاے او گل دستار کیست؟

امت مسلم ز آیات خداست   اصلش از ہنگامۂ قالوا بلی ست

شعلہ ہاے انقلاب روزگار   چون بباغ ما رسد گردد بہار

رومیان را گرم بازاری نماند   آن جہانگیری جہانداری نماند

شیشۂ ساسانیان در خون نشست   رونق خمخانۂ یونان شکست

مصر ہم در امتحان ناکام ماند   استخوان او تہ اہرام ماند

[2] رموز ۵۳ و مابعد،

در جہان بانگ اذان بودست وہست — ملت اسلامیان بودست وہست

عشق آئین حیاتِ عالم است — امتزاج سالماتِ عالم است

عشق از سوزِ دل ما زندہ است — از شرار لاالہ پائندہ است

گرچہ مثل غنچہ دلگیریم ما

گلستان میرد اگر میریم ما

یہی حکمت کی باتین جو آپ نے اشعار مین سنی ہین، اقبال انھیں "اسلام کے لکچرز" مین پیرایۂ نثر مین ادا کرتے ہین، یہ خیال کہ ملتِ اسلام کا زمان کے نقطۂ نظر سے کوئی محدود انجام نہین، اس وقت تک صحیح شکل اور قالب نہین اختیار کر سکتا، جب تک اس کے قوانین کی ہر زمانے مین نئی تعبیر و توجیہ نہ کی جائے، اسرٹ یہی ایک اصول اسلامی نظام کو فرسودہ پڑانا اور ناقابلِ عمل ہونے سے بچا سکتا ہے، اور اسی کی بدولت سلام انسانی معاشرت کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ حرکت کرنے کے قابل ہو سکتا ہے، اقبال کے نزدیک یہ چیز سلام کا اصول اجتہاد ہے، جو مفکرین کو نئے مسائل کے حل اور مختلف معاملات مین اصول شریعت کی زمانی تعبیر کا اختیار دیتا ہے،

لیکن یہ یاد رہے کہ اقبال عالمان کم نظر کے اجتہاد کے مخالف اور ہر کہ و مہ کے اجتہاد کو ملت کے لئے بے حد مضر سمجھتے ہین،

غرض یہ وہ آئیڈیل سوسائٹی ہے، جس کی تعمیر اقبال کی زندگی کا مقصد ہے، ڈاکٹر نکلسن جنھون نے اسرار کا ترجمہ انگریزی زبان مین کیا ہے، شکایت کرتے ہین، کہ ان خیالات مین اقبال ایک پرجوش مذہبی مسلمان معلوم ہوتے ہین، نہ کہ فلسفی ان کا ہر قول و ہر خیال، ایک مسلمان کا قول و خیال معلوم ہوتا ہے مین حیران ہون

Lectures on the "Principle of movement in the Structure of Islam" — ۱

کہ پروفیسر نکلسن کے اس قول کی تائید کرون یا تردید، کیونکہ یہ دونون چیزین مجھے مشکل معلوم ہوتی ہین، حق تو یہ ہے کہ ڈاکٹر نکلسن جب ان خیالات پر نظر ڈالتے ہین، تو ان کے سامنے یکایک موجودہ زمانے کی مسلمان سوسائٹی آجاتی ہے، حالانکہ اقبال کی نگاہ مذہب اسلام کے ان ممکنات اور ترقی پذیر عناصر پر ہے، جو اسلام کی فطرت مین موجود ہین، مگر انھین پھلنے پھولنے کا موقع نہین ملا، اور کوئی تعجب نہین کہ خود بقول اقبال کے مسلمانون کی فتوحات ہی اس کے راستے مین سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوئی ہین، حقیقت مین "اسلام" کائنات کے ضمیر مین ہنوز ایک تخیل کا درجہ رکھتا ہے، اور فطرت کی قوتین اپنے عمل اور رد عمل سے اس تخیل کو وجود کی شکل دے رہی ہین، ع

ہنوز اندر طبیعت می خلد موزون شود روزی

اقبال کے اس تصور ملت پر عموماً اعتراض کیا جاتا ہے، کہ اصولی طور پر تو اقبال کا فلسفہ عام ہوتا ہے، لیکن اس کو ایک خاص قوم سے وابستہ کر دینا تنگ نظری ہے، اس کا جواب خود اقبال کی زبانی سنئے،

"شاعری اور فلسفہ مین انسانی نصب العین ہمیشہ عالمگیر ہوتا ہے، لیکن جب اس کی تحصیل عملی زندگی مین کی جائے گی، تو لامحالہ اس کا آغاز کسی مخصوص جماعت سے کرنا ہوگا، جو اپنا ایک مستقل، اور ایک مخصوص موضوع رکھتی ہو، اور جس کے حدود مین تبلیغ عملی و لسانی سے وسعت ہو سکتی ہو، یہ جماعت میرے عقیدے مین اسلام ہے،"

طوالت کے خوف سے اس سوسائٹی کے مختلف ترکیبی اجزا پر مفصل تبصرہ نہین کیا جا سکتا تاہم مختصراً اہم مباحث کی طرف اشارہ کر دینا نامناسب نہ ہوگا،

انسان کامل — اقبال کے نزدیک ایسی سوسائٹی کے لئے ایسے ہی آئیڈیل (مثالی) افراد کی ضرورت ہے، جو اس نظام کو کامیاب بنائین گے، یہ آئیڈیل افراد ایسے ہی ہون گے، جن مین خودی کی تکمیل ہو چکی ہوگی، خودی اقبال کے نزدیک ایک نوری نقطہ ہے، جو محبت سے پیدا ہوتا ہے، یہی محبت خودی کی

تکمیل کا باعث ہوگی، اور یہی خودی ان افراد میں بے خوفی اور مردانگی پیدا کریگی، خودی نظام عالم کی بنیاد ہے جس کے بغیر عناصر ترکیب نہیں پا سکتے،

می شود از بہر اغراض عمل — عامل و معمول و اسباب و علل
خیزد انگیزد رفتد تابد دمد — سوزد افروزد و خرامد پر زند
وانمودن خویش را خوی خودی ست — خفتہ در ہر ذرہ نیروی خودی ست

چونکہ زندگی خودی کی تکمیل سے ہے، اس لئے سختی اور سخت کوشی، استواری، اور طاقت، زندگی کی ضروریات میں سے ہیں، افراد جس قدر کش مکش، تحمل و برداشت کے عادی ہوں گے، اسی قدر ان میں خودی کی تکمیل زیادہ ہوگی، لیکن خودی کے تسلسل اور بقا کے لئے مقاصد اور نصب العین کا ہونا ضروری ہے کیونکہ زندگی جستجوئے مسلسل میں پوشیدہ ہے، آرزوؤں اور کوششوں کا نام کامیاب زندگی ہے، جب تک آرزوؤں مقاصد کو حاصل کرنے کا جنون نہ ہوگا، زندگی پختہ تر نہ ہوگی،

زندگی در جستجو پوشیدہ است — اصل او در آرزو پوشیدہ است
دل ز سوز آرزو گیرد حیات — غیر حق میرد چو او گیرد حیات
چون ز تخلیق تمنا باز ماند — شہپرش بشکست و از پرواز ماند[1]

اقبال اُن سب اثرات کا سخت مخالف ہے، جو خودی کو ذرا بھی کمزور کرتے ہیں، وہ افلاطون کے گوسفندانہ فلسفہ کو اس لئے ناپسند کرتا ہے، کہ اس نے زندگی کا انجام موت کو قرار دیا ہے، اقبال کے نزدیک ایسی تعلیم خودی کو کمزور کرتی ہے، اور خودی کو کمزور کرنے کا حربہ اُن اقوام نے ایجاد کیا ہے، جو خود کمزور ہیں، اس لئے ان کی خواہش ہے کہ طاقتور بھی کمزور ہو جائیں، اقبال نے ایسی تعلیم کی قباحتوں کو ایک حکایت کے ضمن میں بیان کیا ہے جس میں یہ دکھلایا گیا ہے، کہ ایک شیر نے بکریوں کے اس قسم کے خودی کش وعظ سے

---

[1] اسرار خودی (۱۲)

متاثر ہو کر گوشت کھانا ترک کر دیا تھا، جس کے معنی "شیر" کی موت اور تباہی کے سوا کچھ نہ تھے،

آنکہ کردے گوسفندان را شکار — کرد دین گوسفندان اختیار
از علف آن تیزی دندان نماند — ہیبت چشم شرر افشان نماند
با پلنگان ساز گار آمد علف؟ — گشت آخر گوہر شیرے خزف
آن جنون کوشش کامل نماند — آن تقاضائے عمل در دل نماند
شیر بیدار از فسون میش خفت — انحطاط خویش را تہذیب گفت

نیٹشے کی طرح اقبال بھی استیلاء، قوت اور جہاد خودی کی تربیت کے لئے ضروری سمجھتے ہیں نیٹشے کہتا ہے کہ "نیکی قوت اور ہمت مردانہ کا نام ہے، بلکہ ہر اس شے کا نام ہے، جو انسان میں استیلاء اور قوت کے جذبات کو ترقی دے، اور بدی ہر وہ چیز ہے جو کمزوری سے پیدا ہو، وہ قدم قدم پر قوم کو فلسفہ سکھاتا ہے، مولہ اور کبوتر بننا اس کے نزدیک ارذل الحیات ہے، ضعیفی ایک ایسا جرم ہے، جس کی سزا مرگ مفاجات کے سوا کچھ نہیں، جھپٹنا پلٹنا، پھر جھپٹنا اسی میں زندگی کی لذت ہے، نگی اور استواری کشاد کار کا ذریعہ ہیں خوئے حریری قوموں کے زوال کا پیش خیمہ ہے، خطروں میں جینا اور عافیت کوشی سے اجتناب ترقی کے لئے عروۃ الوثقیٰ ہے، غرض سختی اور سخت کوشی عین حیات ہے، جس کے بغیر زندگی موت میں مبدل ہو جاتی ہے، اقبال کے نزدیک اسی کا نام جہاد ہے، اور مسلمان کے اوصاف چار گانہ یہ ہیں"

ع قہاری و جباری و قدوسی و جبروت

اقبال اس جہاد کو زندگی کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں، لیکن کونسا جہاد، ساری دنیا کو غلام بنانے اور ذاتی اغراض کے لئے نہیں، بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جوع الارض اور دنیا کی تسخیر کا جہاد اقبال کے نزدیک حرام ہے،

ہر کہ خنجر بہر غیر اللہ کشید — تیغ او در سینۂ او آرمید

اس جہاد کے سلسلے مین یہ کہنا ضروری ہے کہ اقبال کا منتہا صرف مادی قوت نہین، بلکہ روحانی قوت بھی ہے، جیساکہ خود ایک مقام پر کہتے ہین :-

"جدید سائنس سے ہمین معلوم ہوا ہے کہ قوتِ مادی کا ہر سالمہ ہزار سال کے ارتقاء کے بعد اپنی موجودہ ہیئت تک پہنچا ہے، اس پر بھی اسے دوام نہین، اور وہ انحلال قبول کرلیتا ہے، بالکل یہی حال روحانی قوت کا ہے، یعنی فردِ انسانی بے شمار قرنون کے تنازع اور جدوجہد کے بعد اس مرتبے تک پہنچا ہے، اور پھر بھی آسانی کے ساتھ انحلال قبول کرلیتا ہے .... اس لئے اگر اپنے وجود کو برقرار رکھنا ہے، تو لازم ہے اگر گذشتہ زندگی مین جو تجربات حاصل ہوئے ہین، اور ماضی مین جو قوتین اس کے ثبات مین مددگار ہوئی ہین، ان سے مستقبل مین بھی کام لیتا رہے، اس سے معلوم ہوگا کہ مین نے تنازع اور جنگ کی ضرورت جس مفہوم مین تسلیم کی ہے اخلاقی ہے"

جہاد کے بعد خودی کی تربیت کے لئے تین مرحلے ہین، اطاعت، ضبط نفس، اور نیابتِ الٰہی،

قطرہا دریاست از آئینِ وصل   ذرہا صحراست از آئینِ وصل

باطنِ ہر شے ز آئینِ قوی   تو چرا غافل ازین سامان روی

جب ایک فرد اطاعت اور ضبط نفس کے مراحل طے کرچکتا ہے، تو پھر وہ نیابتِ الٰہی کی منزل مین پہنچتا ہے، اقبال اس پختہ عنصر فرد کامل کو نائب حق کا خطاب دیتے ہین، جس کی عقیدت سے ان کا دل سرشار ہے،

نائبِ حق در جہان بودن خوش است   بر عناصر حکمران بودن خوش است

نائبِ حق ہمچو جانِ عالم است   ہستیِ او ظلِ اسمِ اعظم است

از رموزِ جزو و کل آگاہ بود   در جہان قائم بامر اللہ بود

نوعِ انسان را بشیر و ہم نذیر   ہم سپاہی ہم سپہ گر ہم امیر

ذاتِ او توجیہِ ذاتِ عالم است   از جلالِ او نجاتِ عالم است

زندگی را می کند تفسیرِ نو   می دہد این خواب را تعبیرِ نو

طبعِ فطرت عمرہا در خون تپید   تا دوبیتِ ذاتِ او موزون شود

مشتِ خاکِ ما سر گردون رسید

زین غبار آن شہسوار آید پدید

اقبال اس مردِ میدان کا شدت سے انتظار کرتے ہین، جس کا وجود طاعتِ کامل اور ضبطِ نفس کی تمام قیود اور امتحانون سے کامیاب ہوکر اس درجہ تک پہنچا ہے، فرماتے ہین :-

اے سوارِ اشہبِ دوران بیا   اے فروغِ دیدۂ امکان بیا

رونقِ ہنگامۂ ایجاد شو   در سوادِ دیدہا آباد شو

شورشِ اقوام را خاموش کن   نغمۂ خود را بہشتِ گوش کن

خیز و قانونِ اخوت ساز دہ   جام صہبائے محبت باز دہ

باز در عالم بیار ایام صلح   جنگ جویان را بدہ پیغام صلح

سجدہائے طفلک و برنا و پیر   از جبینِ شرمسارِ ما بگیر

از وجودِ تو سر افرازیم ما

پس بسوز این جہان سازیم ما

مردِ میدان، مہدی برحق، میر کاروان اور شہسوار کا یہ تخیل آخری تصانیف مین بھی موجود ہے، ارمغانِ حجاز مین ایک مقام پر اپنے آپ کو اس مردِ کاروان کا غبار کاروان کہکر پکارتے ہین،

یہ نائبِ حق کا تخیل کوئی نیا تخیل نہین، بلکہ مشرق و مغرب کا پرانا تخیل ہے، نٹشے کا "مافوق الانسان"

کارلائل کا ہیرو اور گوئٹے کا (genius) اسی قسم کے افراد ہین، نیٹشے اور اقبال مین جو وحدت پائی جاتی ہے، اس سے بعض مغربی نقادون نے یہ فیصلہ کیا ہے، کہ اقبال نے انسان کامل کا خیال اسی جرمن فلسفی سے مستعار لیا ہے، حالانکہ اقبال خود فرماتے ہین، کہ[1]

"مین نے یہ خیال نیٹشے سے نہین لیا، بلکہ تصوف کا "انسان کامل" آج سے بیس سال قبل میرے پیش نظر رہا ہے، انگریزون کو اپنے ہم وطن فلسفی الیگزنڈر کے خیالات کا مطالعہ کرنا چاہئے، لیکن ہم دونون مین فرق یہ ہے کہ الیگزنڈر کے خیال مین حقیقت منتظر ایک خدائے ممکن الوجود کی شکل مین جلوہ گر ہوئی، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ شان الٰہی ایک برتر انسان کے قالب مین جلوہ گر ہو کر رہے گی"

اقبال نے تصوف کے جس کامل انسان کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ محی الدین ابن عربی، اور ابراہیم الجیلی کا "انسان کامل" ہے، یہان یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ابراہیم الجیلی کا انسان کامل اقبال کے نائب حق سے بہت مختلف ہے، قارئین اس کا مفصل حال اقبال کی کتاب فلسفہ عجم اور نکلسن کی کتاب Studies in Islamic Mysticism مین مطالعہ فرمائین،

مین نے اجمالاً مگر وضاحت کے ساتھ اقبال کی کامل سوسائٹی، اور کامل انسان کا حال آپکے سامنے پیش کیا ہے، جس کی بعض تفصیلات کو دانستہ ترک کر دیا گیا ہے، اقبال اپنی کل تصانیف مین اس کامل سوسائٹی کے بلند مقاصد کی تبلیغ کرتے نظر آتے ہین، اور صرف تخیل اور فلسفہ ہی مین نہین بلکہ اپنی مختصر سی عملی سیاست کی زندگی مین بھی انھون نے ایسے خیالات اور افکار کی پر جوش مخالفت کی ہے، جو ذرا بھی اس نصب العین کے لئے مضرت رسان نظر آئے، شروع سے لے کر آج تک اقبال اس زندہ سوسائٹی کی کامیابی کے متعلق ایمان اور ایقان رکھتے ہین، اور اپنی بصیرت سے یہ سمجھتے ہین، کہ یہ خاکی مگر خودی آشنا

---

[1] حاشیہ معارف (محولہ بالا) ماخوذ از (Quest)

افراد ایک دن فرشتون سے بھی بڑھ جائین گے،[2]

فروغ خاکیان از نوریان افزون شود روزے ... زمین از کوکب تقدیر ما گردون شود روزے

یکے در معنی آدم نگر از من چہ می پرسی ... ہنوز اندر طبیعت می خلد موزون شود روزے

چنان موزون شود این پیش پا افتادہ مضمونے ... کہ یزدان را دل از تاثیر او پر خون شود روزے

قومیت کا تصور، قومیت یا نیشنلزم کے متعلق اقبال کے عقائد اس قدر واضح اور صاف ہین، کہ ان پر کسی طویل تبصرہ کی ضرورت نہین معلوم ہوتی، اقبال نیشنلزم کے ہر اُس تصور کا شدید مخالف ہے، جس کا معیار وطن، رنگ، نسل اور زبان ہو، رینان کا یہ مقولہ کہ "اسلام اور سائنس باہم متناقض ہین" صحیح نہین کیونکہ اصل مین اسلام اور نسلی امتیاز باہم متناقض ہین، اقبال خود ایک مضمون مین لکھتے ہین،

"مین نے جب یہ محسوس کیا کہ قومیت کا تخیل جو نسل و وطن کے امتیازات پر مبنی ہے، دنیائے اسلام پر بھی حاوی ہوتا جاتا ہے، اور جب مجھے یہ نظر آیا کہ مسلمان اپنے وطن کی عمومیت اور عالمگیری کو چھوڑ کر وطنیت اور قومیت کے پھندے مین پھنستے جاتے ہین، تو بحیثیت ایک مسلمان اور محب نوع انسان کے مین نے اپنا فرض سمجھا کہ مین ارتقائے انسانیت مین انھین ان کے اصلی فرض کی طرف توجہ دلاؤن، اس سے انکار نہین کہ اجتماعی زندگی کے ارتقا اور نشو و نما مین قبیلے اور قومی نظامات کا وجود بھی ایک عارضی حیثیت رکھتا ہے، اور اگر ان کی اتنی ہی کائنات تسلیم کی جائے تو مین ان کا مخالف نہین، لیکن جب انھین انتہائی منزل قرار دیا جائے، تو مجھے ان کے بدترین لعنت قرار دینے مین مطلق تامل نہین"

اس بحث کو زیادہ طول دیئے بغیر مین چاہتا ہون، کہ آپ کی توجہ اقبال کے ان سیکڑون اشعار کی طرف مبذول کراؤن، جس مین اقبال نے نیشنلزم کی مخالفت کی ہے، اور دنیا کی سب سے بڑی قوم یعنی انٹرنیشنلزم بلکہ یونیورسلزم مین اعتقاد رکھنے والی قوم کو ان جغرافیائی اور غیر فطری

[2] زمیندار [illegible]

قیود سے احتراز کرنے کی تلقین کی ہے، وطنیت کے عنوان سے جو نظم لکھی ہے، اس مین لکھتے ہین :-

اقوام جہان مین ہے رقابت تو اسی سے	تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے	کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام مین مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے	قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

ان اشعار اور اس مضمون کے سیکڑون دوسرے اشعار کو ریزے میور کی ایک مختصر کتاب The- Political consequences of war کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے، تو ان فقرات کی صداقت کا پورا یقین ہو جائے گا،[1]

جو لوگ اقبال کے نقطۂ نظر کے مطابق عالمگیر برادری اور وسیع انسانی اخوت کے تخیل کو سمجھتے ہین، وہ نیشنلزم کی شدید مخالفت کے بارے مین اقبال کو ضرور حق بجانب سمجھتے ہون گے، کیونکہ یہ وہ خطرناک تصور ہے جس سے خود یورپ بھی تنگ آچکا ہے، اور اس جماعت تراشی سے بھاگ کر جمعیتہ الاقوام کے تصور مین پناہ ڈھونڈ رہا ہے، اقبال اہلِ یورپ کو اس درجہ قومیت کا پرستار خیال کرتے ہین، کہ انھین جمعیت اقوام کے خلوص اور حسن نیت کے متعلق بھی کبھی حسن ظن نہین ہوا، وہ اس اجتماعی نظام کو کفن چورون کی انجمن کا خطاب دیتے ہین، ان کے نزدیک اس دانستہ پیرک افرنگ کا بھی وہی جماعتی شوق استیلا ہے، جمعیتہ اقوام غالب ہے، نہ کہ جمعیت آدم، یہ وہ چیز ہے جس کے خلاف اقبال نے اپنی زندگی مین ہمیشہ جہاد کیا، لیگ اقوام کے متعلق اقبال کے خدشات درست نکلے، لیگ اپنی عارضی زندگی مین کمزورون کی حفاظت نہ کر سکی، اور

---

[1] قومیت اور عسکریت کے فروغ کے متعلق عام فہم بحث کے لئے دیکھو Coker کی کتاب Recent Political Thoughts اور ریزے میور کی کتاب Political consequences of the war نیز Zimiomerr کی کتاب Modern Political Thought - Doctrines P.P. 164 - 254

(Disarmament) یعنی تخفیفِ اسلحہ کی کوششین بقول ریزے میور armament (اسلحہ اندوزی) پر ختم ہوئین، جن کا نتیجہ موجودہ جنگ کی صورت مین نکلا، لیگ کا یہ انجام بھی اقبال کی زندگی مین یہی نظر آ رہا تھا، آخر لیگ انھی امراض کی بدولت ختم ہو گئی، جن کی طرف اقبال نے اشارہ کیا تھا، ضربِ کلیم کی پیشین گوئی آخر پوری ہو کر رہی،

بیچاری کئی روز سے دم توڑ رہی ہے	ڈر ہے خبرِ بد نہ مرے منہ سے نکل جائے
تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے ولیکن	پیرانِ کلیسا کی دعا ہے کہ ٹل جائے

بعض حضرات جب اقبال کو نیشنلزم کی مخالفت کرتے دیکھتے ہین، تو یہ باور کراتے ہین، کہ وہ آزادیِ وطن کا مخالف تھا، میرے خیال مین ان حضرات نے اقبال کے خیالات کا صحیح اور گہرا مطالعہ نہین کیا، اور وہ اس بارے مین مرحوم کے ساتھ بڑی ناانصافی کرتے ہین، اقبال نیشنلزم کی مخالفت اس لئے نہین کرتے کہ وہ وطن کی "آزادی" کے مخالف ہین، یا وہ غلامی کو محبوب سمجھتے ہین، بلکہ اس کی محرک بعض اور چیزین ہین، جن کے متعلق اجمالی طور پر "آئیڈیل سوسائٹی" کے ضمن مین بحث ہو چکی ہے، افسوس کا مقام ہے، جس شخص نے عمر بھر افراد اور قومون کو خودی کا سبق پڑھایا، جس نے بندگی نامہ لکھ کر یہ ثابت کیا کہ بندگی اور زندگی دو مخالف چیزین ہین، جس نے انسانون کو عام حریت، عام اخوت، عام انصاف اور عام رواداری کا پیغام دیا، جس نے پس چہ باید کرد، ضرب کلیم اور بال جبریل مین ہندوستان کی غلامی اور ہندوستانیون کے افتراق پر آنسو بہائے ہون، اس برگزیدہ شخص کے متعلق مہربانان قوم یہ خیالات پھیلائین، کہ اس کو اس بنیادی جذبۂ شریفانہ سے بھی نفرت ہے، جو بقول "روسو" کیڑے مین بھی موجود ہے، اور جس کے بغیر کوئی سیرت مکمل نہین ہو سکتی،[1]

حقیقت یہ ہے کہ اقبال ایک یونیورسلسٹ ہین، اور وہ ان کے خاص اجتماعی نصب العین سے ٹکراتی ہے،

---

[1] ہندوستان کی تعریف مین دیکھو ضرب کلیم ص ۵۰، "شعاع امید"

اور اس کی مخالفت یہی اس اجتماعیت کی عام تبلیغ ہے، جسے بعض دوست "پین اسلامزم" کے نام سے تعبیر کر دیتے ہین، حالانکہ اقبال تمام اقوامِ مشرق کے اجتماع کے قائل ہین، پس چہ باید کرد مین تمام اہلِ مشرق کو تطہیر فکر کی دعوت دیتے ہین، اور مہرِ عالمتاب کو خطاب کرتے ہوئے یہ خواہش ظاہر کرتے ہین،

فکر شرق آزاد گردد از فرنگ   از سرودِ من بگردد آبِ فرنگ

اقبال کے نزدیک مشرق مین جمعیۃ اقوام کی کامیابی ممکن ہے، کیونکہ مشرق کا مزاج سوداگری اور نفع پرستی سے نفور ہے، یہ درست ہے کہ اقبال جا بجا مسلمان اقوام کو اتحاد کی دعوت دیتے ہین، اور وطن و نسل کے امتیازات کے مٹانے کی تلقین کرتے ہین، جس کی وجہ صرف یہ ہے، کہ اسلام کی بنیادی تعلیم کے زیر اثر مسلمان ہی اس خیال کو بآسانی سمجھ سکتے ہین، باقی اقوام نیشنلزم سے اس قدر متاثر ہین کہ وہ اس یونیورسل اپیل کو (universal appeal) سمجھین گی، یا اسے اپنے تسلط کے منافی سمجھ کر ٹھکرا دین گی،

سوشلزم اور سرمایہ اس موضوع پر اقبال نے نہایت صاف انداز مین اظہار خیال کیا ہے، اقبال فردو کا حامی ہے، سرمایۂ کی مضرتون اور ناانصافیون کا دردناک حال نہایت شیرین اور دلگداز نغمون مین ظاہر کرتا ہے، قسمت نامہ سرمایہ دار و مزدور، اور خضرِ راہ کے معرکۃ الآرا بند مین جہان سرمایہ دار کی شاخ نبات کا ذکر ہے، اس بلیغ پیرایہ مین مزدور کی محکومی اور مجبوری کا اظہار کیا ہے، کہ ایک شخص بادی النظر مین اقبال کو سوشلسٹ سمجھنے لگتا ہے، لیکن اقبال جس طرح دوسرے تخیلات مین اپنی مستقل راہ اور رجحان رکھتا ہے، اس طرح اس معاملے مین بھی وہ ان مسائل کو اپنے خاص نصب العین کے معیار پر رکھتا ہے، چنانچہ جاوید نامہ مین سید جمال الدین افغانی کی زبانی جن اسرار کا اظہار کیا ہے، وہ غور کے قابل ہین، افغانی پہلے تو یہ بتاتے ہین، کہ قیصریت کی شکست، سود کی مذمت، زمین پر خدا کا قبضہ، تمام انسانی برادری کے مساوات وغیرہ مین مسلمان اور روسی متحد الخیال ہین، دونون کے نصب العین مین بڑا فرق یہ ہے کہ روس کی تصور کی بنیاد "شکم" پر ہے، اور روح کی ترقی کے بجائے اس کا منتہائے نظر جسم ہے، روس کی تہذیب لاکھ مدح کے قابل سہی، لیکن چونکہ اس مین

ذکر حق کی کمی ہے، اس لئے اس سے بھی احتراز لازم ہے، چنانچہ کارل مارکس کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے جاوید نامہ مین لکھتے ہین:-

صاحبِ سرمایہ از نسلِ خلیل   یعنی آن پیغمبرِ بے جبرئیل
زانکہ حق در باطلِ او مضمر است   قلبِ او مومن دماغش کافر است
غربیان گم کردہ اند افلاک را   در شکم جویند جانِ پاک را
رنگ و بو از تن نگیرد جانِ پاک   جز بہ تن کارے ندارد اشتراک
دینِ آن پیغمبرِ ناحق شناس   بر مساواتِ شکم دارد اساس

تا اخوت را مقام اندر دل است
بیخ او در دل نہ در آب و گل است

اقبال سوشلزم کو وسیع انسانی برادری کی تعمیر اور ترکیب کے لئے اتنا مضر نہین سمجھتے، جتنا نیشنلزم کو، مگر سوشلزم کو بھی روحانیت کے بغیر ناقص خیال کرتے ہین، ابلیس کی مجلسِ شوریٰ مین یہ ثابت کیا ہے کہ یورپ سوشلزم پر غلبہ پانے کی اہلیت رکھتا ہے، آخری کتابون مین اقبال کے خیالات لینن کے متعلق بہتر ہین، وہ اشتراکی نظام کو دنیا کے لئے ایک نئی دعوت کردار سمجھتے ہین، اگر انھین اعتراض ہے تو صرف یہ، کہ یہ ساری تحریک "لا" پر مبنی ہے، اور "الا" کی منزل تک نہین پہنچی،

اقبال نے اپنے سیاسی تصورات کا کوئی خاص نظام قائم نہین کیا، اس لئے کہ ان کا مقصدِ حیات عام بیداری کا پیدا کرنا تھا، وہ خودی کی تخلیق اور پختگی سے مشرق مین زندگی پیدا کرنا چاہتے تھے، اس لیئے انھون نے زندگی کے ہر شعبے کے متعلق کچھ نہ کچھ اشارے ضرور کئے ہین، یہ مضمون انہی بکھرے ہوئے اشارات کا مجموعہ ہے، ان خیالات کو بنیادی مسائل مثلاً خودی، فقر اور تنقید مغرب سے الگ اور منقطع کر کے نہین دیکھا جا سکتا، اقبال نے جو کچھ کہا ہے، ان اساسی تصورات کے تعلق سے کہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس مضمون مین

بعض غیر سیاسی مباحث بھی نظر آتے ہیں، جہاں تک عملی سیاسیات کا تعلق ہے، اقبال اس میدان کے مرد نہ تھے، چنانچہ خود ہی اس حقیقت کا اعلان کرتے ہیں،

هزار شکر نہیں ہے دماغ فتنہ تراش — هزار شکر طبیعت ہے ریزہ کارمری
ہوائے بزم سلاطین دلیل مردہ دلی — کیا ہے حافظ رنگین نوا نے راز یہ فاش

لیکن باوجود اس تنہائی اور خلوت نشینی کے اقبال کا سیاسی تحریکوں پر اثر پڑا، اور آیندہ کے لئے قوی خیال ہے کہ جس طرح روسو اور والٹیر کا لٹریچر فرانس میں ایک زبردست انقلاب اور ہیجان کا پیش رو ثابت ہوا اسی طرح اقبال کا لٹریچر ایشیا میں ایک عظیم الشان ذہنی انقلاب کا پیغام ثابت ہوگا،

انقلابے کہ نگنجد بہ ضمیر افلاک — بینم و ہیچ ندانم کہ چسان می بینم
خرم آن کس کہ درین گرد سوارے بیند — جوہر نغمہ ز لرزیدن تارے بیند

تاریخ اسلام

یعنی

(خلافت عباسیہ جلد دوم)

تاریخ اسلام کا چوتھا اور تاریخ بنی عباس کا دوسرا حصہ چھپ کر تیار ہوگیا ہے، اس میں خلافت عباسیہ کے دور ثانی اور اس کے خاتمہ کے مفصل تاریخ ہے اس دور میں اسلامی دنیا میں جو انقلاب رونما ہوئے اور جو بڑی بڑی حکومتیں قائم ہوئیں، ان کے جستہ جستہ اجمالی حالات آگئے ہیں جس سے اس دور کی دنیائے اسلام کے ساڑھے تین صدیوں کے سیاسی مدوجزر کا نقشہ سامنے آجاتا ہے،

ضخامت :- ۴۴۴، صفحے، قیمت :- ۵ر

"منیجر"

جلیل مرحوم کے دو فارسی شعر

از

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی متخلص بہ حسرت سابق صدر الصدور دولت آصفیہ

"ذیل کا مکرمت نامہ میرے نام ورود فرما ہوا تھا، دل چاہا کہ اس کے ادبی فیض سے ناظرین کو بھی متمتع کیا جائے، اس لئے مولانا ممدوح کی اجازت سے یہ ہدیۂ ناظرین ہے"

"س"

۱۵ ربیع الآخر ۱۳۶۵ھ

مکرمی — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہ حال کے معارف میں نواب فصاحت جنگ مرحوم پر وفیات میں آپ کا مقالہ پڑھا، یاد تازہ ہوئی، تازگی نے کیا کیا گل کھلائے، ایک واقعہ سناؤں، حیدرآباد سے قطع تعلق کے بعد جب میں روانہ ہوا تو حدود ریاست کے اندر ریل میں ایک مضمون بے فکر دماغ میں جلوہ گستر ہوا،

شاہبا زہمتم ربطے بدست شاہ داشت
خوش نکردہ بند دست دیگران پرواز کرد

اس میں علحدگی کی علت مستتر تھی، ابتدا سے صدر الصدوری کا تعلق بلا واسطہ ذات شاہانہ سے تھا، آخر میں یہ تعلق نہ رہا، باب حکومت کی ماتحتی ہوئی، یہی باعث ہوئی استعفٰی کی، مکان پر آکر جو خط میں نے جلیل مرحوم کو لکھا، اس میں یہ شعر بھی درج کیا، جواب میں یہ شعر آیا،

شاہبازِ اوجِ ہمت حسرتِ قدسی نہاد

صید کردہ مرغِ جانم از دکن پرواز کرد

ایک دوسرا موقع: حاضری حیدرآباد کے زمانہ مین معمول تھا کہ اواخر ماہ مین ایک شب حافظ (جلیل حسن) صاحب کے کاشانہ مین شرکت تراویح کرتا، عزیزی قاری حسن سلمہ (نبیرۂ اختر یار جنگ مینائی مرحوم) کا کلام مجید سنتا، وہان سے چلے آنے پر غیر حاضری محسوس ہوئی، یہ شعر آیا،

جلوۂ حسرت اگر ملکِ دکن خالی کرد

جائے غم نیست کہ دل نیست ز حسرت خالی

یہ شعر بتاتے ہین کہ جلیل مرحوم کو فارسی کلام پر بھی قدرت تھی دوسرے شعر کے آخر مصرعہ مین "حسرت" کا لفظ کیا معنی خیز ہے،

حبیب الرحمان

تصحیح

گذشتہ مہینہ حضرت جلیل کے حالات مین ان کا وطن مانک پور، ضلع الہ آباد لکھا گیا تھا، جناب محمد یعقوب صاحب ایڈوکیٹ چیف کورٹ لکھنو نے توجہ دلائی ہے، کہ مرحوم کا وطن مانک پور ضلع الہ آباد نہین بلکہ ضلع پرتابگڈھ اودھ تھا، مانک پور نام کی دو بستیان قریب قریب ہین، ایک ضلع الہ آباد مین دوسری پرتابگڈھ مین، مرحوم اس دوسرے مانک پور کے تھے، اس تصحیح کا شکریہ،

رحمتِ عالم (طبع چہارم)

چھپ کر تیار ہے، قیمت مجلد:- ۱۲؍ غیر مجلد ۸؍ اس اڈیشن مین عرب اور شجرۂ نبویہ کے نقشون کا اضافہ کیا گیا ہے،

"منیجر"

الشعر العربی فی الہند

مین ایک عرصہ سے ہندوستان کے اُن جلیل القدر علمائے ادب اور قادر الکلام عربی شعراء کے بکھرے کلام اور ان کی بیش بہا علمی وادبی خدمات کے جمع و ترتیب مین مشغول ہون کہ جن کو قدرت کی جانب سے باوجود عربی ماحول سے یکسر محروم ہونے کے عربیت کا صحیح ذوق اور خصوصی ملکہ عطا ہوا، اور جن کا کلام عربی کی پوری پوری خصوصیات کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ افکار و خیالات، جدت و تنوع کے لحاظ سے شعرائے عرب کے کلام سے کسی طرح کم نہین ہے،

ہندوستان کے شعرائے فارسی و اردو کے متعلق تقریبًا ہر دور اور ہر عہد مین انفرادی و اجتماعی صورت مین کچھ نہ کچھ برابر لکھا جاتا رہا ہے اور آج بھی علمی و ادبی حلقون اور ادارون کی جانب سے مختلف نوعیت سے مستقل طور پر کام ہو رہا ہے،

قدیم اردو شعراء کے نایاب تذکرے اور دواوین تلاش کرکے نہایت اہتمام و انتظام سے اڈٹ کئے جا رہے ہین، ہندوستان کے صرف عربی ہی شعراء ہین، جو گمنامی اور کس مپرسی کے عالم مین پڑے ہوئے ہین، اور جن کے متعلق اب تک کسی قسم کی کوشش نہین ہو سکی ہے، غالبًا حضرت علامہ سید نواب صدیق حسن خان صاحب امیر بھوپال رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے بزرگ ہین جن کو ہندوستان کے عربی شعراء کا ایک مستقل جامع تذکرہ لکھنے کا سب سے پہلے خیال پیدا ہوا تھا، مگر افسوس کہ مرحوم اپنی گوناگون مشغولیتون اور علائق کے باعث اپنے اس خیال کو پورا نہ فرما سکے، جس کے متعلق نہایت حسرت کے ساتھ اپنی بلند پایہ تصنیف ابجد العلوم کے ص ۹۰۰ پر اس طرح رقمطراز ہین،

وَطلع من بلادھا طائفۃ من النبلاء والادباء قدیماً وحدیثاً

وان لم یتیسر بی کوھمار کبان سیراً حثیثاً وقد کنت یخطر ببالی ان اجمع

تراجمھم کتاباً مُستقلاً لایغادر صغیراً ولا کبیراً واثبت لھم ذکراً جمیلاً

وفضلاً کثیراً لکن عاقنی عن ذٰلک کثرۃ الاشغال وتشتت البال من

تغیر الاحوال حتی لم یتیسر تلک الاُمنیۃ،

اب تک جہان تک مجھے تحقیق وتفتیش سے معلوم ہوسکا ہے، مین پورے وثوق سے کہہ سکتا ہون کہ اس سلسلہ مین یہ سب سے پہلی کوشش ہے جو کیجارہی ہے، مگر اس کام کا پایۂ تکمیل تک پہنچانا تنہا میرے بس مین نہین ہے، اس لئے عربی ادب سے ذوق رکھنے والے حضرات سے عموماً اور اپنے ندوی بزرگون اور دوستون سے خصوصیت کے ساتھ درخواست ہے کہ اپنی معلومات اور مفید مشورون سے میری امداد واعانت فرمائین، بجا طور پر ندوہ ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے عربی زبان اور علومِ عربیہ کی بقا وحفاظت مین زبردست خدمت انجام دی ہے، اور عربی زبان کے ایسے اہلِ قلم اور شاعر پیدا کئے جنھون نے نہ صرف ہندوستان بلکہ عربی ممالک کے مشہور اہلِ قلم اور اصحاب جرائد سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے،

اصحابِ علم کی خدمت مین اس سلسلہ مین حسب ذیل گذارشین ہین،

۱- ادیب ہند علامہ فیض الحسن سہارن پوریؒ صاحب النفحۃ الادبیہ فی الہند کے تلامذہ کی مکمل فہرست اگر کسی صاحب کے علم مین ہو تو مجھے لکھ بھیجین،

۲- اگر کسی صاحب کے علم مین کوئی ایسا ذخیرہ قلمی یا مطبوعہ ہو، جس سے زیر ترتیب کتاب مین مدد ملتی ہو تو اس کے نام اور پتہ سے مطلع فرمائین،

۳- بحر زخار، قلمی مصنفہ شاہ وجیہ الدین اشرف القادری رحمۃ اللہ علیہ غالباً ۱۱-۱۲ صدی کے علما مین سے ہین، ۲ جلدون پر کتاب مشتمل ہے،

۲- حدائق السحر، رشید الدین وطواط (مطبوع)

"ابجد العلوم" نواب صدیق حسن خانؒ (مطبوع)

۴- "سلافۃ العصر فی محاسن الشعراء بکل مصر" ابن معصوم (مطبوع)

۵- "دیوان صارم الہندی" المسمّٰی بالمعروف الہندی من شعر الصارم الہندی قلمی مصنف شیخ برہان الدین ابراہیم بن صالح الہندی المعروف بالصارم الہندی اول الذکر اور آخر الذکر قلمی کتابون کے متعلق اگر کسی صاحب کو کچھ معلومات ہون تو مجھے مطلع فرمائین

باقی مطبوعہ کتابین اگر کوئی صاحب قیمتہً یا عاریتہً مرحمت فرمائین، تو بڑی عنایت ہوگی،

اس پتہ پر خط وکتابت فرمایئے:۔

ابو الطیب عبدالرشید الاثری، بیت الرشید، اعظم نگر روڈ، بریلی،

معارف: بحر زخار کا قلمی نسخہ مولانا عبدالباری مرحوم فرنگی محلی کے کتب خانہ مین ہے،

استفسار و جواب

حجر اسود

(۲)

ممکن ہے کہ بعض کوتاہ عقل اس قسم کی روایات کے مفہوم و معانی پر شبہہ کرین، مگر ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اُس عالم کی باتون کو اس عالم پر قیاس کرنا صحیح نہین ہے، ان امور مین اشتباہ اصل مین خدا کی قدرت پر اشتباہ ہے، جو خدا تمام اعضائے انسانی مین قوت گویائی پیدا کرے گا، اس کے لئے پتھر کو ناطق بنانے مین کیا اشکال ہوسکتا ہے؟

انطقنی اللہ الذی انطق کل شیئٍ — مجھ کو اس خدا نے نطق بخشا جس نے ہر چیز کو نطق بخشا،

(۲) حجر اسود کی عظمت و برکت کے متعلق دوسری بات یہ ہے کہ اس کو بعض روایات مین یمین اللہ کہا گیا ہے، ابھی حاکم کی ایک روایت مین اس کا ذکر گذر چکا ہے؛

بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات مین ایک روایت حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ سے ہے، جس مین حجر اسود کو یمین اللہ کہا گیا ہے[1]، بیہقی نے یہ بھی کہا ہے کہ اس روایت مین کسی قدر ضعف ہے،

خطیب، ابن عساکر نے حضرت جابرؓ سے مرفوعاً اور دیلمی نے فردوس مین حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، کہ الحجر یمین اللہ، طبرانی نے اوسط مین حضرت عبد اللہؓ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ ہو یمین اللہ اس روایت کے صرف ایک راوی عبد اللہ بن المومل مین کسی قدر کلام ہے، ورنہ باقی تمام تر

[1] کتاب الاسماء والصفات ص ۲۴۴، مطبوعہ انوار احمدی الہ آباد

راوی صحیح کے ہین[۵۰]، ازرقی نے اخبار مکہ[۵۱] مین اس مضمون کی کئی روایتین نقل کی ہین، ان روایات مین سے حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ کی اس روایت

ان ھذا الرکن الاسود یمین اللہ، — یہ رکن اسود یمین اللہ ہے،

کی سند کو محمد بن اسماعیل امیر نے سبل السلام مین حسن تسلیم کیا ہے[۵۲] اور اس مضمون سے متعلق مسند احمد سے دو روایتین حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی ہین،

ہر چند کہ یہ روایات بھی صحت کے اعلیٰ درجہ پر نہین ہین، بلکہ ان مین سے بعض تو ضعیف ہین، مگر موضوع کوئی نہین ہے، نیز یہ کہ تعدد طرق قوت کا باعث ہے، اس لئے ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے،

شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی کشف الخفا، جلد اول ص ۴۹ ۳ مین الرکن یمین اللہ کے متعلق کہتے ہین کہ

ولہ شواھد فالحدیث حسن — اس روایت کے شواہد ہین، اس لئے

وان کان ضعیفاً بحسب اصلہ کما — یہ حدیث حسن ہے، اگرچہ بعض لوگون کے

قال بعضھم — نزدیک اسکی اصل مین ضعف ہے،

ان روایات مین یمین اللہ کے مصافحہ کے مفہوم کے متعلق امام خطابی نے بہت ہی دل نشین بات کہی ہے، وہ کہتے ہین کہ مصافحہ سلاطین کے عہد و پیمان کی نشانی ہے، اس لئے یمین اللہ کے مصافحہ کا مطلب یہ ہے کہ جس نے حجر اسود کو چھو لیا گویا اوس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا[۵۴]،

یہ مفہوم حضرت ابن عباسؓ کی روایت مندرجۂ ذیل سے اور زیادہ صاف اور واضح ہو جاتا ہے،

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — حجر اسود قیامت کے دن آئے گا، اس کے

فی الحجر واللہ لیبعثنہ اللہ عز وجل — آنکھین ہون گی جس سے دیکھے گا، اور زبان

[۵۱] فتح الملہم جلد ۳ ص ۳۲۳، [۵۲] مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۲۴۲، [۵۲] جلد اول ص ۳۲ مطبوعہ مکہ [۵۳] ج اول ص ۲۱۶ مطبوعہ دہلی

[۵۴] معالم السنن خطابی ج ۲ ص ۱۹۱،

یوم القیامۃ له عینان ینظر بھما و لسان ینطق به ویشھد علیٰ من استلمه بالحق فمن استلمه فقد بایع اللّٰه تعالیٰ ثم قرأ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰه ید اللّٰه فوق ایدیھم[۵۱]،

ہوگی، جس سے بولے گا، جس نے اس کو چھو لیا، اوس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی، اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ، جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، تو وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے،

یمین اللہ کی اس تشریح کی روشنی مین ان روایات پر غور کیا جائے، جن مین بیان ہوا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے پاس تشریف لائے، اور اپنے لب مبارک اس پر رکھکر دیر تک روتے رہے، پھر حضرت عمرؓ کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا،

یا عمر ھناک تسکب العبرات[۵۲] اے عمر یہان آنسو بہائے جاتے ہین،

اس سے یہ کیون نہ سمجھا جائے کہ اس گریہ وزاری اور تعلق خاطر کا سبب تذکار میثاق تھا،

اس سلسلہ کی آخری بات یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر اسود کے ساتھ یہ معاملہ بجائے خود اس کی عظمت اور برکت کی ایک مستقل دلیل ہے، اور حضرت عمرؓ کا حجر اسود کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ اس کی قوی تائید ہے، کہ گو حضرت فاروقؓ کے سامنے حجر اسود کی عظمت کی حکمت موجود نہ تھی مگر اتباع نبوی کی غرض سے انھون نے حجر اسود کے ساتھ عظمت و احترام ہی کو ضروری سمجھا،

خطابی نے اس موقع پر کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس فعل سے معلوم ہوا، کہ اگر امور شرعیہ مین

---

[۵۱] تفسیر ابن کثیر سورہ فتح آیۃ ان الذین یبایعونک

[۵۲] ابن ماجہ باب استلام الحجر،

سے کسی امر کی حکمت نہ بھی معلوم ہو تب بھی اس پر عمل ضروری ہے، کیونکہ وہ امور بجائے خود حجت ہین[۵۳]، مطلب یہ ہے کہ امور شرعیہ کی دو قسمین ہین، ایک وہ جن کی حکمتون کو شارع نے بیان فرما دیا، ان کے متعلق تو کچھ کہنا نہین ہے، دوسرے وہ امور جن کی حکمتون کے متعلق شارع نے کچھ نہین کہا، تو ایسے امور مین محض حکم کی بنا پر تسلیم و رضا ہونا چاہیے[۵۴]،

سر سید کی خوشہ چینی مین بعض خوش فہمون کا یہ خیال ہے کہ حجر اسود کا احترام اور اس کا استلام بت پرستی ہے، نعوذ باللہ من ذالک،

کیا وہ مذہب جس نے شرک کے ادنی سے ادنی شائبہ کا بھی خاتمہ کر دیا ہے، اگر حجر اسود کا احترام بت پرستی ہوتا، تو اس کو باقی رکھتا، اس مین کوئی شک نہین، کہ حجر اسود کے متعلق قرآن مین کوئی حکم نہین ہے، مگر کیا ہر وہ چیز جس کا ذکر قرآن مین تصریح کے ساتھ نہ ہو، وہ دین مین شمار ہونے کے لائق نہین،

جس طرح مقام ابراہیم، سعی صفا و مروہ، وقوف منیٰ، قیام نزد مشعر حرام وغیرہ شعائر اللہ ہین، استلام حجر اسود کی بھی وہی کیفیت ہے، ان مین سے بعض واجب ہین، بعض مستحب ہین، حجر اسود کا استلام واجبات مین سے نہین، مستحبات و مسنونات مین ہے، اور ان سب امور ثابتہ کے لئے قرآن پاک کی یہ آیت حجت قاطعہ ہے،

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (حج - ۴)

اور جو شخص اللہ (کے دین کی) ان یادگارون کا احترام کرے گا، تو ان کا یہ احترام کرنا ان کے دلون کے تقوی مین شمار ہوگا،

تو کیا نعوذ باللہ ان شعائر الٰہی (جن کا بڑا حصہ حج مین ہے) کا احترام بت پرستی ہے،

---

[۵۳] معالم السنن ج ۲ ص ۱۹۱ [۵۴] عمدۃ القاری ج ۴ ص ۶۰۶،

کسی چیز کا تواتر عمل سے ثابت ہونا اس کے وجود کی صحت کی سب سے بڑی دلیل ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر اسود کا استلام تواتر عملی سے ثابت ہے، قرنہا قرن سے اُمت اس پر عمل کرتی چلی آتی ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کے انتساب کا انکار بداہت کا انکار ہے، حیرت ہے کہ یہ لوگ عبادت اور تعظیم میں فرق نہیں کرتے ہیں، کسی چیز کے ساتھ عزت احترام کا برتاؤ کرنا اور کسی چیز کو معبود ماننا دونوں بالکل جداگانہ چیزیں ہیں، خدا کی مصلحت ہے کہ وہ بعض چیزوں کو بعض چیزوں پر فضیلت دیدیتا ہے، لیلۃ القدر کو الف شہر پر اور مسجد حرام کو مسجد اقصیٰ پر فضیلت دینے والا خدا کیا حجر اسود کو دوسرے پتھروں پر ترجیح نہیں دے سکتا ہے؛[1]

علامہ ابن فورک نے اس کے متعلق ایک یہ بات بھی کہی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کا انتساب اپنی طرف اس لئے فرمایا، اور اس کے استلام کا حکم اس لئے دیا، کہ اس طرح بندوں کے ذوق اطاعت کا اظہار ہو،[2]

عدل جہانگیری کا واقعہ

ڈاکٹر جی، ام ڈی صوفی
محمد بلڈنگ، کلابہ بمبئی نمبرہ

میں نے انگریزی میں بمبئی کے مسلم طلبہ کی فرمایش پر ایک رسالہ (Common sense - on pakestan) لکھا ہے، اس میں عدل جہانگیری کا واقعہ متعلقہ نورجہان بسبیل تذکرہ آگیا، لیکن میرے ایک دوست نے کل مجھے بتایا کہ یہ غلط واقعہ ہے، حضرت مولانا شبلی مرحوم نے کوئی حوالہ نہیں دیا، اور نگار، لکھنؤ کے اڈیٹر جناب نیاز فتحپوری نے اسے افسانہ قرار دیا ہے، کیا آپ مجھے حقیقت حال سے ممنون فرمائیں گے.

---

[1] تاویل مختلف الحدیث ابن قتیبہ ص ۲۶۵، اس موقع پر زاد المعاد اول کے ابتدائی مباحث کو غور سے پڑھا جائے [2] مشکل الحدیث ص ۲۲۲ حیدر آباد دکن،

تکلیف کی معافی چاہتا ہون، لیکن آپ کے جواب کا شدید انتظار ضرور ہے؛

معارف :- واقعہ مذکور والہ داغستانی کے تذکرہ ریاض الشعراء میں ہے، اور مولانا شبلی مرحوم نے وہیں سے اس کو نقل کیا ہے، دیکھئے مقالات شبلی مضمون تزک جہانگیری، مولانا نے اس واقعہ کو نقل کرکے خود بھی حاشیہ میں لکھا ہے :-

"اس واقعہ پر لوگون کو یقین کرنا مشکل ہوگا، لیکن والہ داغستانی نے بہ تفصیل تمام اس کو ریاض الشعراء و حالات جہانگیری میں لکھا ہے، والہ داغستانی شیعہ تھا، اور قاضی نور اللہ شوستری کے خون کا اس کو داغ تھا، اس لئے اس کی شہادت بیکار نہیں ہوسکتی"

والہ داغستانی کا تذکرہ ۱۱۶۱ھ میں لکھا گیا ہے،

والسلام (س)

ماوراء النہر

مولوی ابو القاسم صاحب فاروقی
بکری آباد ضلع غازیپور

"فقہائے احناف وغیرہ کے تراجم میں عموماً ماوراء النہر کے الفاظ آتے ہیں، اس نہر سے کون نہر یا دریا مراد ہے، و نیز اس کے حدود کہان سے کہان تک ہیں، اور موجودہ نقشہ میں اس کا مقام کہان ہے؛"

معارف :- ماوراء النہر میں، نہر سے مراد دریائے جیحون ہے، جو ایران و توران یعنی فارسی و ترکی بولنے والوں میں حد فاصل مانا جاتا تھا، اس دریا کے اُس پار شمال میں جس قدر ممالک تھے، عرب ان کو ماوراء النہر کہتے تھے. دریائے جیحون کو دریائے اَمویہ بھی کہتے ہیں، انگریزی نقشون میں آپ کو دریائے آکسس (Oxus) کے نام سے ملے گا، نقشہ اٹھا کر دیکھ لیں، آپ کو اندازہ ہوجائے گا، ماوراء النہر یعنی دریا کے اس پار کے علاقہ کو پانچ صوبون میں تقسیم کیا گیا ہے، یعنی سغد (سمرقند)،

خوارزم، صغانیان چغانیان، فرغانہ، اور صوبہ شاش (چاچ) بدخشان، اگرچہ دریا کے اس پار واقع تھا، مگر وہ صوبہ صغانیان مین سمجھا جاتا تھا، اور صوبہ شاش کو اب تاشقند کہتے ہین، شاش مین ماوراء النہر کے شمالی مغربی اضلاع بھی شامل تھے،

والسلام "س"

الرّدّ علی المنطق

جناب محمد باقر صاحب جھوک دادو، ڈاکخانہ آندیا نوالہ ضلع لائل پور

"امر ذیل کا جواب مطلوب ہے، اطلاع فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشین :-

"الرّد علی المنطق" قلمی تصنیف امام ابن تیمیہ کون کون مقام سے ملے گی؟ ضخامت کس قدر ہوگی؟ اگر دار المصنفین یا ندوۃ العلماء کی لائبریری مین موجود ہے، تو کیا کوئی بزرگ اجرت پر نقل کردینے کی زحمت گوارا فرمادین گے؟ اور کس قدر اجرت پر؟ تصحیح و مقابلہ کے لئے کون سے نسخہ کو اصل قرار دینا چاہئے، دیگر ضروری امور کے متعلق بھی پتہ دیجئے، نوازش ہوگی، حتی الوسع جواب جلد دیجئے"

معارف :- الرد علی المنطقین کا اصل نسخہ تو کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن مین ہے، اور اسکی نقلین کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ، کتب خانہ دار المصنفین، کتب خانہ پیر جھنڈا حیدرآباد سندھ مین ہیں، مگر اب آپ زحمت نقل نہ فرمائین، یہ کتاب اب مکتبہ قیمہ ابنا شرف الدین بھنڈی بازار بمبئی مین نہایت عمدہ چھپ رہی ہے،

"س"

تاریخ اخلاق اسلام

اس مین اسلامی تاریخ کی پوری تاریخ قرآن پاک اور احادیث کے اخلاقی تعلیمات اور پھر اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر مختلف حیثیتون سے نقد و تبصرہ ہے، مصنفہ مولانا عبد السلام ندوی،

ضخامت ۲۰۶ صفحے، قیمت عہ

"منیجر"

وفیات

پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی مرحوم

ہم کو ابھی تک اپنے ملک کے علماء اور محققین کی پوری قدر نہین ہوئی، کیسے افسوس کی بات ہے کہ ہماری قوم اور ملک کے ایک نامور محقق پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی کا انتقال ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء کو ٹونک مین ہوگیا اور ہم مین سے بہتون کو اس کی خبر بھی نہین ہوئی،

شیرانی مرحوم کا وطن ٹونک تھا، شیرانی پٹھان تھے، اور ان کو اپنے پٹھان ہونے پر فخر تھا، ٹونک ہمیشہ سے علماء اور محققین کا مقام رہا، وہان کا نادر کتب خانہ اکثر محققون کو اپنی طرف کھینچ کرلے جایا کرتا ہے، اور شیرانی کا تو وہ وطن ہی تھا، شیرانی صاحب کی انگریزی کی استعداد پوری تھی، فارسی کی تعلیم متوسط اور عربی کی معمولی مگر ان مین - - - - - - - - - - تحقیق و تلاش کا مادہ فطرۃً تھا، تاریخ اور خصوصاً تاریخ ادب سے ان کو بیحد شغف تھا، تاریخ کے ذوق سے ان کو کتبون اور سکون کا شوق تھا، اسی شوق سے وہ لکھنؤ بھی آتے تھے، اور چونکہ ہمارے مدرسہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے مدرس اول و شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان صاحب مرحوم بھی ٹونکی تھے، اس تعلق سے وہ کبھی کبھی ہمارے مدرسہ مین بھی ٹھہرتے تھے، اور اسی واسطہ سے میری ان کی ملاقات ہوئی، اور اس کے بعد جب وہ لاہور تھے، تو کئی بار ملنا ہوا،

مرحوم کا سال پیدائش ۱۲۹۸ھ عمر قریباً سترہ برس تھی ۱۹۰۴ء مین اسکول کی تعلیم چھوڑ کر بیرسٹری کے لئے لندن گئے، جہان سے والد کی وفات پر ۱۹۰۶ء مین واپس آئے، پھر فوراً واپس گئے، اور ۱۹۱۳ء مین

واپس آئے بیرسٹر تو نہین ہوئے، مگر قلمی کتابون کا شوق پیدا ہوگیا، پیرس کے قومی کتب خانہ مین تین ماہ مصروف رہے، اور وہین بعض فرانسیسی اہلِ علم کے ساتھ مل کر قلمی کتابون اور تصویرون اور سکون کی تجارت شروع کی، پہلی جنگ ۱۹۱۴ء مین ہندوستان واپس آگئے، ۱۹۱۹ء مین لاہور آئے، اور اورینٹل کالج مین اردو کے پروفیسر ہوگئے،

مرحوم نیک مزاج، کم آمیز، سادگی پسند اور خاموش طبع تھے، ان کی طبیعت مین تلاش محنت، تحقیق و تدقیق کا مادہ بدرجہ اتم موجود تھا، تاریخی تحقیقات کے ذوق سے ان کو قدیم بادشاہون کے سکون کے جمع کرنے کا جو شوق پیدا ہوا، وہ ان کو نہ صرف ہندوستان کے پرانے شہرون مین، بلکہ انگلستان تک لے گیا، اور اس سلسلہ مین وہان کے مستشرقین سے بھی ان کے تعلقات قائم ہوئے، اور ان کو ان کے طریق تحقیق و تنقید سے بھی واقفیت ہوئی،

ان کا سب سے پہلا تاریخی اور تنقیدی سلسلہ کا مضمون حضرۃ الاستاذ مولانا شبلی مرحوم کی شعر العجم کی تنقید ہے، جو رسالہ اردو مین ۱۹۲۲ء سے نکلنا شروع ہوا اور کئی سال تک نکلتا رہا، اور اب انجمن کی طرف سے مستقل کتاب کی صورت مین بھی شائع ہوگیا ہے، یہ تنقید درحقیقت صرف شعر العجم کی نہین، بلکہ اُن فارسی تذکرون کی ہے، جو شعر العجم کا ماخذ ہین، اور شعراء کے حالات مین ان مین تاریخی تحقیق و تنقید سے کام نہین لیا گیا ہے، بلکہ صرف دلچسپی کی مشہور عام باتون کو جمع کر دیا گیا ہے، اس زمانہ مین یورپ کے علمائے مشرقیات نے بعض شعراء پر جو مستقل مضامین لکھے ہین، یا کتب خانون کی فہرستون مین ان شعراء کے دواوین کے ضمن مین جو کچھ لکھا گیا ہے، یا پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب مین ان منتشر تنقیدی معلومات کو جو یکجا کر دیا ہے، پروفیسر شیرانی نے ان سب کو سامنے رکھ کر اپنی ذاتی تحقیقات کے بہت سے اضافون کے ساتھ اس سلسلہ کو لکھ کر فارسی ادب کی تاریخ کی بہت بڑی خدمت کی ہے،

مرحوم کا دوسرا کارنامہ اردو ادب کی تاریخ کی خدمت ہے، اور اس سلسلہ مین ان کی کتاب

"پنجاب مین اردو" ذکر کے قابل ہے، گو ان کا نظریہ اب بھی محل بحث ہے، تاہم انھون نے جو سرمایۂ ادب فراہم کیا ہے وہ بہت کچھ بصیرت افروز ہے،

اسی سلسلہ کی ایک مفید خدمت میر قدرت اللہ قاسم کے تذکرہ شعرائے اردو مجموعۂ نغز کی تصحیح و اشاعت ہے، جس کو مرحوم نے بڑی محنت و جانفشانی سے ایڈٹ کیا تھا، اور پنجاب یونیورسٹی کی جانب سے شائع ہوا ہے،

ان کے علاوہ اور دوسرے مختلف لغوی، ادبی اور تنقیدی مضامین بھی خاص چیز ہین، جو وہ اورینٹل کالج میگزین مین لکھتے رہے ہین، ان مین سے ہر ایک مضمون طالب تحقیق کے لئے معلومات کا ذخیرہ ہے، ان مضامین مین بہت سی مشہور عام باتون کی تصحیح اور تنقید کی گئی ہے، یا گذشتہ معلومات کے سرمایہ مین نیا اضافہ کیا گیا ہے، ان مین سے بعض مضامین کتابی صورت مین شائع ہو چکے ہین، ضرورت ہے کہ باقی کو بھی اسی طریقہ سے شائع کر دیا جائے، مرحوم کے ان تنقیدی مضامین نے ملک مین ان کی خاص حیثیت قائم کر دی تھی، چنانچہ یہ پہلی مثال ہوگی، کہ کاغذی سند کی بنا پر نہین، بلکہ ان کی عالمانہ تحقیق کی مثالون کی سند پر پنجاب یونیورسٹی نے اورینٹل کالج مین ان کو اردو کا پروفیسر مقرر کیا تھا، جس خدمت کو وہ بہت دنون تک انجام دیتے رہے، آخر ابھی چند سال ہوئے، کہ عمر کی زیادتی کی بنا پر اس سے الگ ہوئے، اور ٹونک مین اقامت اختیار کی، جہان انھون نے فروری کے وسط مین داعی اجل کو لبیک کہا،

مرحوم کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے، چنانچہ انھون نے سلطان ٹیپو کا ایک پر درد مرثیہ لکھا تھا، جو نوجوانون کو بیحد پسند آیا، اور ان کی محفلون مین وہ اکثر سنایا گیا، لیکن ان کی شاعری اتفاقی تھی،

مرحوم کے دل مین اسلام اور مسلمانون کی شاندار روایات کا بڑا اثر تھا، اور خصوصاً پٹھان بادشاہون کی علمی، تمدنی خدمات کا پرجوش تذکرہ ایک دفعہ لاہور مین ان کی زبان سے مین نے سنا تھا،

حافظ قرآن تھے، یہ خود ایک بڑی نعمت ہے، اور وسیلہ مغفرت، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہی معاملہ کرے،

ادبیات

پیغامِ نو

جناب روشن صدیقی

آنکھ تیری سوئے کعبۂ دل ترا ابیت الصنم | مجھ کو تیرے دل کا اندیشہ تجھے فکرِ حرم
واعظِ ناداں! اگرائے جا حجابون پر حجاب | کوئی دیوانہ اٹھا دے گا نقابِ کیف وکم
اُس نے منشائے الٰہی کو مکمل کر دیا | اپنی آنکھون پر لیے جس نے محبت کے قدم
ہم نشینِ لالہ وگل ہو تو کھل جائے یہ راز | بوئے گل کہتے ہین جس کو ہے نسیمِ سوزِ غم
آرزوؤن نے ہزارون پیچ وخم پیدا کئے | زندگی کا راستہ تھا بے نیازِ پیچ وخم
خنکیِ شبنم ہو یا شادابیِ بحرِ روان | یہ بھی ساقی کا کرم ہے وہ بھی ساقی کا کرم
عشق کا اک جلوۂ بیدار ہے عمرِ ابد | عشق کا اک فرشِ پا انداز ہے خوابِ عدم
جگمگا ہی تیرے مستون کی رہیگی پیش پیش | تختۂ دار ورسن ہو یا خیابانِ ارم

دیکھئے کب ختم تاویلاتِ فرقت ہون وتش!
روز اک پیغامِ نو لاتی ہے بادِ صبحدم

حشرِ جذبات

از جناب ثاقب کانپوری

مستور ہو جاتا ہے اِدہ پردہ نشین اور | مجروح نہ ہو جائے کہین میرا یقین اور

اللہ ری تارون کی یہ بے خوفیِ انجام | ہوتی ہے سحر اور تو ہنستی ہے جبیں اور
خلوت کدۂ حُسنِ محبت کی یہ عظمت | رکھتا ہون کہین پاؤن تو پڑتا ہے کہیں اور
اس خوف سے کہتا نہین الفت کا فسانہ | ڈر ہے عرق آلود نہ ہو اس کی جبیں اور
اندازِ محبت دلِ پُرغم کا نہ پوچھو | تسکیں جو وہ دیتا ہے تو ہوتا ہے حزیں اور
مین کیا کہون اُس وعدۂ شیرین کی لطافت | دیتا ہے فریب اور تو ہوتا ہے یقیں اور
کہہ لیتا مین اُس سے دلِ غم کش کی حکایت | کچھ دیر ٹھہرتا جو دمِ بازپسیں اور
انجام سمجھتا ہون مین اس عرضِ طلب کا | سُن لون ترے مُنہ سے مگر اک بار نہیں اور
دل سایۂ دیوار سے ہوتا ہی نہین سیر | اے کاش مین بیٹھا رہون کچھ دیر یہیں اور
اللہ رے اُس حُسنِ فسون ساز کا عالم | وہ سامنے ہوتے ہین تو ہوتا ہون کہیں اور
ثاقب ہمین اس حال کی کیا اُس سے شکایت | شاید کہ محبت مین ہوئے اُس کی ہمیں اور

محسوساتِ ماہر

از جناب ماہر القادری

تری منزل گلستان ہے نہ تیری راہ ویرانہ | گزر جا ہر مقامِ این وآن سے بے نیازانہ
گھٹا آوارہ آوارہ، ہوا مستانہ مستانہ | جنون کی حد سے بھی آگے گذر جائے نہ دیوانہ
ابھی ہے اس حقیقت سے چراغِ صبح بیگانہ | کہ سوزِ عشق گردش مین ہے پروانہ بہ پروانہ
تجھے خواہش سکون کی اور مین جویائے بیتابی | ترا مشرب رواداری مرا مسلک حریفانہ
زہے قسمت! نگاہِ مستِ ساقی کی توجہ ہے | مرے ساغر میں کھنچ کر آگئی ہے روحِ میخانہ
مجھے دزدیدہ نظرون سے ارے او دیکھنے والے | ذرا سی بات کا دنیا بنا دیتی ہے افسانہ
خدا آباد رکھے اس دلِ بے تاب کو ماہر | یہین صبحِ حرم ہے اور اسی مین شامِ بتخانہ

مطبوعات جدیدہ

حقیقتِ شرک از جناب مولانا امین احسن صاحب اصلاحی تقطیع چھوٹی ضخامت ۵۰ صفحے کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت ۸ پتہ:- دائرہ حمیدیہ قرولباغ دہلی و مدرسہ سرائے میر ضلع اعظم گڈھ،

زبان سے غیر اللہ کی نفی اور توحید کا اقرار بہت آسان ہے، لیکن عملی زندگی مین صحیح دینی بصیرت کے بغیر شائبۂ شرک اور اس کی مختلف شکلون سے بچنا مشکل ہے، بسا اوقات انسان ان مین نادانستہ مبتلا یا دانستہ مبتلا ہونے پر مجبور ہوجاتا ہے، فاضل مصنف نے اس کی اصلاح کے لئے یہ کتاب لکھی ہے، اس مین شرک کی حقیقت اور اس کی تمام موٹی موٹی قسمون اور ان مخفی اور غیر محسوس شکلون کو جنھین عام طور سے شرک نہین سمجھا جاتا بیان کرکے دکھایا ہے، کہ موجودہ زمانہ مین روے زمین کی ساری قومین شرک مین مبتلا ہین حتی کہ مسلمان بھی جو توحید کے حامل اور اس کے مدعی ہین، اس سے بری نہین، اور ان کے مشرکانہ عقائد وخیالات واعمال بیان کرکے اس کی اصلاح کی دعوت ہے، اور موجودہ زمانہ کے اس نظریہ یا دعویٰ کی تردید کی ہے، کہ شرک تقاضاے فطرت ہے، اور انسان اپنی ابتدائی فطری زندگی مین مشرک تھا، پھر جس قدر اس مین عقل وشعور آتا گیا، وہ شرک کو ترک اور توحید اختیار کرتا گیا، اور یہ ثابت کیا ہے، کہ انسان کی فطرت شرک نہین؛ بلکہ ایک خداے قادر وتوانا کا اعتراف ہے، اور وہ مختلف عوارض واسباب کی بنا پر شرک مین مبتلا ہوگیا، کتاب بڑی ژرف نگاہی سے لکھی گئی ہے، اور شرک کے تمام پہلوؤن پر حاوی ہے لیکن مصنف نے مسلمانون کی حالت کے جائزہ مین شرک کا دائرہ اتنا وسیع کردیا ہے، کہ اس کے اعتبار سے مشکل ہی سے کوئی مسلمان موحد نکل سکتا ہے، بعض امور کو اسلامی روح کے خلاف یا غیر دینی کہا جا سکتا ہے لیکن ان کو شرک قرار دینا مصنف کی

مجتہدانہ بصیرت سے بعید ہے لیکن نقطۂ نظر کے اس خفیف اختلاف کے علاوہ یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر تعلیم یافتہ مسلمان کے مطالعہ مین آئے،

قرآن اور سیرت سازی از ڈاکٹر میر ولی الدین ایم اے پی ایچ ڈی پروفیسر فلسفہ جامعہ عثمانیہ، تقطیع اوسط ضخامت ۲۰۰ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت عہ؎ مجلد ہے، عثمانیہ پتہ:- دار الاشاعت اسلامیات حیدرآباد دکن،

مصنف کی ذات محتاج تعارف نہین، ان کے علمی افادات سے اہل علم پوری طرح واقف ہین، وہ مغربی علوم اور مشرقی روحانیت کا سنگم ہین، ان کا دماغ فلسفہ جدیدہ سے روشن لیکن ان کا دل نور ایمان سے منور ہے، وہ بیرسٹر فلسفہ کے ڈاکٹر اور اس کے پروفیسر بھی ہین، اور قرآنی تصوف کے شارح اور اسلامی اخلاق وسیرت کے معلم ومصلح بھی، مسلمانون کے اخلاق وسیرت کی قرآنی تعمیر وتشکیل ان کا موضوع ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنی سیرت کو اس مقدس اور پاک سانچہ مین ڈھال لین تو ان کو بہت سے دنیاوی آلام ومصائب سے چھٹکارا اور دنیا ہی مین نفس مطمئنہ حاصل ہوجائے گا، اس موضوع پر ان کے قلم سے حسب ذیل مضامین نکل چکے ہین، عبادت واستعانت نیکی اور علم، قرآن اور علاج خوف، قرآن اور علاج حزن، قرآن اور علاج غضب، کامیاب زندگی کا قرآنی تصور، ان مضامین کو اس ترتیب کے ساتھ کتابی شکل مین جمع کر دیا گیا ہے کہ ایک مرتب کتاب بن گئی ہے، ان مضامین کی خصوصیت یہ ہے کہ ان مین آیات قرآنی احادیث نبوی اور صلحا واخیار امت کے اقوال سے نفسیات اور فلسفہ جدیدہ کی روشنی مین تعمیر سیرت کے اصول وطریقے بتائے گئے ہین، جو نہ صرف دینی حیثیت سے بلکہ نفسیات کی رو سے بھی نفس مطمئنہ کے حصول کی بہترین تدبیرین ہین، انداز بیان اتنا دلکش ہے کہ اس خشک وعظ مین شعر وادب کی دلآویزی پیدا ہوگئی ہے، یہ مضامین عام مسلمانون خصوصاً اہل دل اصحاب کے مطالعہ کے لائق ہین،

جنگ مشرق وخاتمۂ جاپان، از جناب محمد اسحاق صاحب وزبیدہ تبسم صاحبہ تقطیع اوسط،

ضخامت ۱۰۴ صفحے، قیمت مجلد کلدار عہ عثمانیہ ۵؍ ادارۂ نشریات اردو حیدرآباد دکن،

موجودہ سیاسی دنیا کے دو بڑے حادثے ہیں، مغرب میں جرمنی کا خاتمہ، مشرق میں جاپان کا، مصنف نے اس کتاب میں جاپان کی جنگ اور اس کے خاتمہ کے مختصر حالات لکھے ہیں، کتاب کے شروع میں بطور پس منظر جاپان کے آس پاس کی قوموں اور ملکون چین، انڈوچینا، سیام، ملایا، سنگاپور، برما، جزائر شرق الہند اور بحرالکاہل وغیرہ کے گذشتہ سیاسی حالات، ان ملکون کے آپس کے، اور امریکہ اور یورپ کی حکومتوں کے ساتھ ان کے سیاسی تعلقات کی سرگذشت بیان کر دی ہے، جس سے مشرق بعید کے سیاسی مد و جزر کا حال اور جاپان کی جنگ کے اسباب معلوم ہو جاتے ہیں، اس سلسلہ میں دنیا کے ان موجودہ بڑے آدمیوں کے مختصر حالات بھی لکھ دیئے ہیں، جن کا تعلق جنگ جاپان سے تھا، یہ تصنیف مصنفین کی ابتدائی مشق معلوم ہوتی ہے، اس لئے زبان و انداز بیان میں بڑی خامی ہے،

سیرتِ محمدی کا پیغام بیسوین صدی کے نام
از جناب مولانا ابوالحسن علی ندوی تقطیع چھوٹی ضخامت ۵۲ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت معمولی، قیمت مرقوم نہین، پتہ ادارہ تعلیمات اسلامی امین آباد پارک لکھنو،

لائق مصنف کو اللہ تعالیٰ نے دین و ملت کی خدمت گذاری کا نہایت سچا ولولہ اور اسلامی تعلیمات کی تشریح و تبلیغ کا صحیح ذوق و وجدان عطا فرمایا ہے، اس سلسلہ مین ان کے قلم سے متعدد کتابین نکل چکی ہین، مذکورۂ بالا مقالہ انھون نے مجلس سیرت پشاور کے لئے لکھا تھا، اس مین موثر اور دلنشین انداز مین مغربی قومون کی ضلالت و گمراہی اور ان کے پیغمبر کی تعلیمات سے ان کی بیزاری و مادہ پرستی کے بُرے اور تباہ کن نتائج کی تفصیل بیان کر کے، اس کے مقابلہ مین اسی قسم کے دور ضلالت مین آج سے تیرہ صدی پیشتر اسلام کی تعلیم اور سیرتِ محمدیؐ نے انسانون کے نصب العین اور ان کے عمل مین جو انقلاب پیدا کیا، اور اس کے جو نتائج اور برکات دنیا مین ظاہر ہوئے، ان کو دکھایا ہے، اور موجودہ مادہ پرست دنیا کو ان پر عمل کی دعوت

دی ہے، کتاب گو مختصر ہے، لیکن نہایت مفید ہے،

سرخ افسانے مترجمہ جناب اسرار احمد صاحب آزاد، تقطیع بڑی، ضخامت ۲۰۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت مجلد ۲؍ پتہ:- نیا کتاب گھر اردو بازار دہلی،

گذشتہ جنگ مین روس نے جس بہادری سے جرمنی کا مقابلہ کیا، وہ موجودہ زمانہ کا بے مثال کارنامہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ روس کے ادیبون نے دوران جنگ ہی مین اپنی قوم کی جانبازی کے واقعات کو افسانہ کی شکل مین لکھنا شروع کر دیا تھا، چنانچہ لائق مترجم نے ۱۹ منتخب روسی افسانون کا اردو ترجمہ کیا ہے، ملک و قوم کی راہ مین سرفروشی اور ایثار و قربانی کا کوئی بلند سے بلند نمونہ ایسا نہین ہے، جو ان افسانون مین موجود نہ ہو، اور صرف نبرد آزما مردون ہی کے نہین، بلکہ چھوٹے بچون اور بوڑھی عورتون تک کے ایسے حیرت انگیز واقعات ہین جنھین مشکل سے یقین کیا جا سکتا ہے، اس لئے یہ افسانے محض تفریحی نہین، بلکہ غلام قومون کے لئے اپنے اندر درس بصیرت رکھتے ہین، کہ آزاد ملکون کو اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لئے کیسی کیسی قربانیان کرنی پڑتی ہین، یہ سارے افسانے پڑھنے کے لائق ہین،

شب تاب از جناب اسرار الحق صاحب مجاز، تقطیع اوسط ضخامت ۲۱۲ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت مجلد عہ، پتہ:- ہندوستانی پبلشرز دہلی؛

مصنف کی شہرت تعارف سے مستغنی ہے، ان کے کلام کا ایک مجموعہ آہنگ کے نام سے عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے، شب تاب دوسرا مجموعہ ہے، اس مین کچھ غزلین اور زیادہ نظمین ہین، مجاز گو دور جدید کے ترقی پسند شاعر ہین، لیکن ان کا کلام اس کی خامیون اور بے اعتدالیون سے پاک ہے اور زبان و بیان کی صحت و صفائی کے اعتبار، شاعری کے مقررہ حدود کے اندر اور جذبات و خیالات کی رنگینی و رعنائی کے لحاظ سے نئے جام مین پرانی شراب ہے، وہ صحیح المذاق، اور فطرۃً غنائی شاعر ہین، اور ان کے خیالات پر رنگینی کا اتنا غلبہ ہے، کہ ان کی نظمون بلکہ رزمیہ رجز یعنی انقلابی شاعری تک مین تغزل کی زمزمہ سنجی ہے؛

ان کی نظمیں تغزل کا بہترین نمونہ ہیں، ترقی پسند شاعری کا ایک ضروری جزاپنے مذہب وروایات کا استخفاف بھی ہے، لیکن مجاز کی شاعری غالباً موروثی اثرات کی وجہ سے بڑی حد تک اس سے بھی پاک ہے، گو زمانہ کے عام مذاق کے اثر سے کہین کہین اس کی ہلکی سی جھلک آجاتی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے، کہ وہ آمد نہین بلکہ آورد ہے، ہم کو امید ہے کہ وہ اپنی ستھری شاعری کے دامن سے اس خفیف دھبہ کو بھی دور کر دین گے، مجموعی حیثیت سے ان کا کلام نوجوان ترقی پسند شعراء مین سب سے زیادہ ممتاز ہے،

صدپارۂ دل، از جناب سید عزیز حسن صاحب بقائی، اڈیٹر پیشوا، تقطیع، اوسط، ضخامت ۲۴۰ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، قیمت مجلد، عہ ر، پتہ منیجر رسالہ پیشوا، جامع مسجد اردو بازار دہلی،

مصنف کہنہ مشق ادیب ہین، ان کی ادبی خدمات کی عمر تیس پینتیس سال سے کم نہ ہوگی، انھون نے مختلف ادبی پہلوؤن پر سیکڑون مضامین لکھے، صدپارۂ دل ان کے ساٹھ منتخب مضامین کا مجموعہ ہے، گو یہ سب مضامین ادبی ہین، لیکن ان مین کافی تنوع اور بوقلمونی ہے، ان مضامین مین خواجہ حسن نظامی کی ابتدائی تحریرون کی نمایان جھلک نظر آتی ہے، امید ہے کہ ادبی حلقون مین یہ مجموعہ مقبول ہوگا،

عرفان حافظ از جناب ضیا ماچرن داس، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۵۰ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت معمولی، قیمت مجلد عہ، پتہ:- نمبر ۲۴۹، دوسان اسٹریٹ دہلی،

مصنف صوفیانہ مذاق رکھتے ہین، دیوان حافظ سے ان کو خاص ذوق ہے، اس کتاب مین انھون نے مختلف عنوانون کے ماتحت عشق کی ضرورت، بندگی، ثبات، اعتماد و توکل، لطف دائم، عرض حاجت، دعا، تسلیم ورضا، صبر، وظفر، صدق وصفا، آزار، ضبط نفس، انبساط طبع، طعام ومنام، رزق، بے ثباتی دنیا، عجز، قناعت، بے تعلقی، اور صحبت ناجنس وغیرہ کے متعلق حافظ کے اشعار نقل کرکے ان کی تشریح کی ہے،

جلد ۵۷ ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۵ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۱۹۴۶ء عدد ۵

مضامین